امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 جنوری 2019ء بمطابق جمادی الاولی 1440ھ شمارہ 11

دوحہ مذاکرات، فتح قریب اور حواس باختہ کٹھ پتلی ادارہ

قطر مذاکرات اور چند حقائق

امریکی انخلا اور مایوس اشرف غنی

امن مذاکرات اور امریکی جرائم

کامیاب امن مذاکرات

یمن کا انسانی المیہ

امریکی مفادات کے لیے قربانی

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال کنا فی مجلس فطلع علینا رسول اللہ ﷺ وعلی رأسہ اثر ماء فقلنا یا رسول اللہ ﷺ نراک طیب النفس قال اجل قال ثم خاض القوم فی ذکر الغنی فقال رسول اللہ ﷺ لا بأس بالغنی لمن اتقی اللہ عزوجل والصحۃ لمن اتقی خیر من الغنی وطیب النفس من النعیم۔ [رواہ احمد]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند آدمی ایک مجلس میں بیٹھے تھے، آنحضرت ﷺ بھی وہیں ہمارے پاس تشریف لے آئے اور آپ کے سر مبارک پر اس وقت پانی کا اثر تھا [یعنی معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے ابھی غسل فرمایا ہے] تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت حضور کا مزاج بہت اچھا اور دل بہت خوش ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں [الحمد للہ، ایسا ہی ہے] پھر اہل مجلس دولت مندی اور دنیوی خوشحالی کا کچھ تذکرہ کرنے لگے تو آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے اس کے لئے مالداری میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں اور صحت مندی، صاحب تقویٰ کے لئے دولت مندی سے بھی بہتر ہے اور خوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے [جس کا شکر واجب ہے]۔

فرمان امیرالمومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

موجودہ افغان جنگ امریکا کی پیداوار ہے۔ امارت اسلامیہ ابتداء سے لڑائی کے خاتمے کے لیے امریکا سے براہ راست مذاکرات پر اصرار کرتی رہی ہے۔ دوسری طرف امریکا اس جنگ کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ مزید وہ بظاہر جنگ کے خاتمے کے لیے ایسی سرگرمیاں سامنے لاتا ہے، جن میں معقولیت اور منطق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یقیناً امریکا کا یہی طریقہ کار جنگ کو طول دینے کا سبب بن رہا ہے۔ اگر امریکا افغانستان کے زمینی حقائق تسلیم کرکے امارت اسلامیہ سے براہ راست مذاکرات پر آمادگی ظاہر کرتا ہے تو یہ ایک قابلِ تحسین عمل ہوگا۔ حقیقی، شفاف اور نتیجہ خیز مذاکرات ہماری پالیسی کا اہم حصہ ہیں۔ ان میں کسی قسم کا دھوکہ اور فریب نہ ہو۔ امارت اسلامیہ افغان عوام اور تمام مسلمانوں کو یقین دلاتی ہے کہ ہمارے لیے مذاکرات میں صرف وہ فیصلے قابل قبول ہوں گے، جن میں ہمارے اسلامی اہداف یقینی بنیادوں پر پورے ہوں۔ افغانستان کی آزادی اور جنگ کے خاتمے کی حقیقی ضمانت موجود ہو۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۷/ جنوری ۲۰۱۹/ جمادی الاولی ۱۴۴۰/ شمارہ ۱۱

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’ماہنامہ شریعت‘ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی ’میڈیا و ثقافتی کمیشن‘ کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

دوحہ مذاکرات، فتح قریب اور حواس باختہ کٹھ پتلی ادارہ	2
علم کی کہکشاں مولانا احمد اللہ جان	3
سعودیہ کا بھیانک اقدام	5
امن مذاکرات اور امریکی جرائم	7
اسلام میں عصری علوم کا معاملہ	9
تعلیمی اداروں پر دشمن کے حملے	11
افغانستان میں بلیک واٹر کی متوقع آمد	13
اسلامی نکتہ نظر سے جہاد کی اہمیت و حکم	15
قطر مذاکرات اور چند حقائق	17
طالبان کی فوجی اور سیاسی کامیابیاں	19
مذاکرات قرآن وحدیث کی روشنی میں	21
امریکی موجودگی خطے کے لیے خطرہ	22
امریکی انخلا اور مایوس اشرف غنی	24
فاریاب میں دشمن کی شکست	26
یمن کا انسانی المیہ	27
ٹرمپ کا فیصلہ	29
کامیاب امن مذاکرات	31
ٹرمپ کا داعش بارے اعتراف	33
شکست میں کوئی عار نہیں	34
قطر: اہم معاملات میں پیش رفت	35
امریکی مفادات کے لیے قربانی	37
میدان شہر حملے کی وجہ	39
مسلمان نوجوانوں کی اہمیت	40
طالبان کی کامیابیاں	41
جنگی جرائم (دسمبر 2018)	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

دوحہ مذاکرات، فتح قریب اور حواس باختہ کٹھ پتلی ادارہ

بیرونی قابضین کے افغانستان سے نکلنے اور مکمل خودمختاری کے حصول کے لئے گزشتہ چندماہ سے امارت اسلامیہ کی جانب سے امریکہ کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کے سلسلے میں قطر کے مرکز دوحہ میں چھ روزہ سب سے طویل نشست 21 جنوری کو شروع ہوئی اور 26 جنوری کو پایہ تکمیل تک پہنچی۔ مذاکرات کی اس طویل نشست میں افغانستان سے نیٹو افواج کے مکمل خروج کے متعلق کئی اہم مسائل پر بات چیت ہوئی اور باقی ماندہ زیر حل مسائل پر بات چیت کرنے کے لئے دوبارہ بیٹھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اس بات سے پوری دنیا واقف ہے کہ 11 ستمبر کے واقعہ سے افغانستان کا کوئی تعلق نہیں تھا، نہ ہی کوئی افغانی اس میں ملوث تھا، امریکہ جب اس واقعہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کا بہانا بنا رہا تھا تب امارت اسلامیہ افغانستان نے اس واقعہ کے ساتھ عدم تعلق کا اظہار کرتے ہوئے امریکہ سے اس میں امارت اسلامیہ کے ملوث ہونے کے ثبوت وشواہد کا بارہا مطالبہ کیا اور افغانستان پر حملے کے اس امریکی بہانے کو ختم کرنے کے لئے کئی بار امریکہ کو مذاکرات کی دعوت دی لیکن اپنی مادی طاقت پر مست امریکہ نے ان کی بات کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور نہ مادی لحاظ سے کمزور افغانوں کو اس قابل سمجھا کہ ان کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے۔

اب یہ ہمارے لئے بڑی خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ ان غاصب قوتوں کے مقابلے میں افغان قوم کی مقدس جہاد کی برکت سے امریکہ اور اس کے اتحادی شکست کھا گئے اور ان کے تکبر وغرور کے بلند وبانگ میناریوں زمین بوس ہوگئے کہ وہ خود امارت اسلامیہ سے مذاکرات کی درخواستیں کر رہا ہے اور بڑی عاجزی سے افغانستان سے نکلنے کے لئے پرامن راستے کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ وہی امریکہ جو اٹھارہ برس قبل 6 منٹ کے لئے بھی امارت اسلامیہ کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھا آج اس کے اعلیٰ پائے کے حکومتی اہلکار 6 دن تک امارت اسلامیہ کے نمائندوں کے سامنے نہایت توجہ اور انہماک کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ان کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں۔

دنیا بھر کے مشہور ریڈیوز کے ذریعے امارت اسلامیہ کے قلندر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وہ بات پوری دنیا نے سنی تھی اور وہ آج بھی ان ریڈیوز کے پاس محفوظ ہے کہ: "افغانستان میں امریکیوں کی شکست یقینی ہے، آج یہ لوگ ہمارے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن ایک دن آئے گا جب یہ ہم سے مذاکرات کی بھیک مانگیں گے، یہ ایک پیشین گوئی ہے لوگ مانیں یا نہ مانیں لیکن ایک وقت آئے گا جب سب لوگ اسے مان جائیں گے"۔

درویش امیر المومنین رحمہ اللہ کی پیشین گوئی اللہ تعالی نے آج سو فیصد سچ ثابت کرکے دکھائی، آج امریکہ امارت اسلامیہ کے دروازے پر کھڑا بڑی عاجزی کے ساتھ امارت اسلامیہ کی ہی شرائط پر مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔

امریکہ جس جگہ اور جن لوگوں کی وساطت سے مذاکرات کرنا چاہ رہا تھا امارت اسلامیہ نے ان دونوں کو رد کردیا۔ امارت اسلامیہ نے اپنی طرف سے مذاکرات کے لئے مقام کا انتخاب کیا اور کابل کے کٹھ پتلی ادارے کی مذاکرات میں موجودگی اور کسی اور کی ثالثی کو یکسر رد کردیا اور امریکہ نے ان شرائط کو من وعن قبول کرتے ہوئے زلمی خلیل زاد کی نمائندگی میں اپنی ایک مضبوط ٹیم کو قطر میں امارت اسلامیہ کے نمائندگان کے سامنے بیٹھنے کے لئے بھیج دی۔ اس مذاکراتی ٹیم نے نہایت عاجزی کے ساتھ امارت اسلامیہ سے درخواست کہ اب جنگ روک لیں اور ہمیں افغانستان سے نکلنے کے لئے اٹھارہ مہینے کا وقت دیدیں۔ امارت اسلامیہ نے امریکہ کے اس درخواست کو بھی معقول اور اصولی نہیں سمجھا ہے اور بڑی جرات کے ساتھ کم سے کم وقت میں افغانستان سے نکلنے کو کہا ہے اور بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ بیرونی قوتوں کے نکلنے کے بعد ہم اپنے تمام تر مسائل اور مشکلات کو خود حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ہم کسی اور کو ہرگز یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمیں کہے کہ یہ کریں اور وہ نہ کریں۔

یہ وہی ذلت وشکست ہے جس کے بارے میں امیر المومنین رحمہ اللہ نے کہا تھا اور افغانوں کی مقدس جہاد کی بدولت آج ممکن ہوئی۔ یہ وہی ذلت آمیز شکست ہے جسے پوری دنیا سمیت انصاف پسند امریکی بھی تسلیم کرتے ہیں اور اس کا اعتراف کرتے ہیں، وہ افغانستان کے موجودہ حالات کو ویتنام میں امریکی شکست کی طرح سمجھتے ہیں اور یہ دن رات ویتنام سے امریکی فوجوں کے نکلنے سے کچھ ہی پہلے کے دن رات جیسے سمجھتے ہیں۔

افغانستان اور پاکستان میں سابق امریکی سفیر رائن کراکر نے نیویارک ٹائمز میں شائع شدہ تازہ مضمون میں لکھا ہے کہ طالبان کے ساتھ امریکی مذاکرات ہمیں ویتنام میں امریکہ کے شکست سے پہلے والے مذاکرات کی یاد دلاتے ہیں، دشمن کے پاس جانے اور مذاکرات کی میز پر اس کے ساتھ بیٹھنا ہمارے حریف کو یہ پیغام دیتا ہے کہ ہم نے اس کے مقابلے میں ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کرلیا ہے، اب صرف اس کی تفصیلات باقی ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ کوئی بہتری آئے گی اس لئے اب ہمارے پاس اپنے مقابل سے بات منوانے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ کراکر نے آخر میں امریکہ کی موجودہ حالت ویتنام میں امریکی شکست سے بدتر کہا ہے۔

کراکر سچ کہتا ہے کہ امریکہ کے ساتھ اب ایسی کوئی بات باقی نہیں بچی جس کو منانے کے لئے ہم خود کو تیار کریں اور امریکہ اسے اپنی کامیابی سمجھے، اس لئے بار بار صرف یہی بات کہہ رہا ہے کہ طالبان ہمیں اس بات کی یقین دہانی کرائیں کہ وہ افغانستان کی زمین کو ہمارے خلاف استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ دراصل امریکہ جب کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکا تو اس قسم کی باتیں کرکے وہ اپنی خفت کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے، در حقیقت یہ امریکہ کی کوئی کامیابی نہیں ہے اس لئے کہ امارت اسلامیہ امریکہ سمیت دنیا کے کسی بھی ملک، قوم اور ملت کے لئے نہ پہلے خطرہ تھی نہ اب ہے اور نہ آئندہ کسی کو امارت اسلامیہ سے کوئی خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ کیونکہ کسی کے لئے خطرہ بننا نہ امارت اسلامیہ کی پالیسی ہے اور نہ ہی اسے اپنی قوم اور مسلمان ملت کے لئے باعث خیر سمجھتا ہے۔

افغانستان کے اندر اور باہر دنیا میں کئی شریر لوگ ایسے ہیں جو سیاسی میدان میں امارت اسلامیہ کی اس بڑی کامیابی کو سہہ نہیں سکتے وہ افغانوں میں تشویش پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ امریکی فوجوں کے جانے کے بعد اور طالبان کی حکومت آنے پر خواتین کے حقوق پامال ہوں گے۔

یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ افغانستان میں تحریک طالبان کے نام سے شروع ہونے والی جدوجہد کا اصل سبب اپنی قوم کو ظالم اور وحشی حکمرانوں کے ظلم وستم سے نجات دلانا تھا اور اس کے لئے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اپنی مظلوم عوام کو مظلومیت سے نکالنے کے لئے ابھی بھی امریکہ اور دیگر قابضین کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہے اور ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہے۔ تو جو امارت اسلامیہ اپنی عوام کے حقوق کے لئے سروں کی قربانیاں دیتی ہے وہ اپنی ہی عوام پر ظلم وستم کیسے کرے گی؟ اور کیونکر اپنی عوام کے حقوق کو پامال کرے گی۔ ہماری عوام مسلمان ہیں اور صرف انہی حقوق کا مطالبہ کرتی ہے جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں، اسلامی تعلیمات کے خلاف جن خرافات کو دنیا انسانی حقوق کے نام سے یاد کرتی ہے ہماری عوام کبھی بھی ایسے حقوق کا مطالبہ نہیں کرتی اور نہ ہی اسے اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری عوام شریر لوگوں کے پروپیگنڈوں پر توجہ نہیں دیتی۔

اس حال میں جب پوری افغان قوم اور تمام امت مسلمہ افغانوں کی اس تاریخی فتح اور امریکی شکست پر خوش ہیں، کٹھ پتلی ادارے کا سربراہ اشرف غنی اپنے آقا ٹرمپ کو خطوط لکھ لکھ کر اپیلیں کرتا ہے کہ پوری فوج افغانستان سے نہ نکالیں بلکہ کچھ نہ کچھ یہاں چھوڑ دیں۔ لیکن ٹرمپ نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور جنوری کی آخری تاریخ کو ایک بار پھر اپنا وعدہ تازہ کیا اور کہا کہ طالبان کے ساتھ صلح انجام پانے کے بعد افغانستان میں موجود تمام فوجی واپس بلالیں گے امریکہ کی عادت رہی ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنے غلاموں کے ساتھ جفا کی ہے اور انہیں ٹشو پیپر کی طرح استعمال کرکے پھینک دیا ہے۔ بہت جلد دنیا یہ نظارہ دیکھے گی کہ امریکہ افغانستان سے جا رہے ہوں گے اور اشرف غنی ودیگر غلامان امریکہ پیچھے سے چیخ رہے ہوں گے کہ ہمیں کس کے آسرے پر چھوڑ کر جا رہے ہو؟ لیکن امریکہ ان چیخوں پر کان نہیں دھرے گا اور آگے ہی بڑھتا جائے گا۔

علم کی کہکشاں مولانا حمد اللہ جان

ابوظہیر شمس

بے مثال مفسر اور محدث مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی پچھلے کچھ عرصے سے پشاور کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے۔ گزشتہ کئی دنوں سے ان کی بیماری مسلسل بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ 12 جنوری 2019 ہفتے کے دن وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعون۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی عصرِ حاضر میں پاکستان اور افغانستان سمیت ہندوستان اور جنوبی ایشیا کی سطح پر بے مثال مفسر، محدث اور اسلامی علوم وفنون کے آسمان کی کہکشاں تھے۔ موصوف نہایت جامع شخصیت کے مالک تھے۔ آپؒ تفسیر، حدیث، فقہ واصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، مناظرہ، علم کلام، نحو وصرف اور شعر وادب پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ تصوف کے چاروں سلسلوں کے مجاز اور عملیات کے ماہر تھے۔ آپؒ 1914 میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی عمر 105 برس تھی۔ معروف عالم دین مولانا ابن الحسن عباسی کے مطابق ہندوستان، پاکستان اور افغانستان میں کوئی عالم ان کے ہم پلہ نہیں تھا۔

مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی بابا نے نہایت جید علما سے علم حاصل کیا۔ اس حوالے سے آپ نہایت اعلیٰ سند ونسبت کے حامل تھے۔ پانچویں جماعت تک ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ڈاگئی کے قریب یار حسین گاؤں میں حاصل کی۔ ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد بزرگوار علامہ عبد الحکیم اور چچا محترم مولانا محمد صدیق سے پڑھیں۔ یہ دونوں حضرات دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ یہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد اور محدث کبیر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے ہم سبق تھے۔ انہوں نے دیگر علوم وفنون کی کتابیں مفتی محمد فریدؒ کے والد مولانا حبیب اللہ سے زروبی اور مردان میں پڑھیں۔ یاد رہے مولانا حبیب اللہ زروبوی ڈاگئی بابا کے والد مولانا عبد الحکیم اور ان کے چچا مولانا محمد صدیق کے شاگرد تھے۔ وہ بقیہ تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مظاہر العلوم سہارن پور چلے گئے۔ وہاں تین سال رہے۔ وہیں سے 1366ھ بمطابق 1947ء میں دورۂ حدیث کیا۔

مظاہر العلوم میں بخاری کی پہلی جلد اور سنن ابو داؤد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے، بخاری شریف کی دوسری جلد مولانا عبد اللطیف مظفر نگری، سنن نسائی مولانا اسعد اللہ، ترمذی اور معانی الآثار ولی کامل مولانا عبد الرحمان کامل پوری اور صحیح مسلم اور ابن ماجہ کے کچھ ابواب اور موطا امام محمد کی دونوں جلدیں مولانا منظور احمد صاحب سے پڑھیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو ہند و پاک کے علما برکۃ العصر اور ریحانۃ الھند جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ برصغیر سے لے کر عرب اور افریقا تک قافلہ دعوت وعزیمت کے رہبر وراہ نما تھے۔ وہ دعوت کے کام کے ساتھ ہمہ تن باطنی تطہیر کے ایسے مرشد باصفا تھے کہ ان کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ آپ نے دعوت کے کام میں ہر مخالف آواز کو اپنی خداداد صلاحیت وبصیرت کی روشنی میں ایسا دبایا کہ بعد میں اس کا نام ونشان ہی نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیگر علوم وفنون کے ساتھ علوم حدیث میں ایسی کمال مہارت دی تھی کہ شیخ الحدیث کا لقب ان کے نام کا جزلاینفک بن گیا۔

مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی بابا انہی شخصیات کے شاگرد اور انہی کے علوم ومعارف کے امین تھے۔ آپؒ زندگی کی آخر دم تک اپنے عظیم اساتذہ کے خطوط پر قرآن وحدیث کی خدمت کرتے رہے۔ مولانا عبد الرحمن کامل پوری بھی برصغیر کی بہت بڑی علمی شخصیت تھے۔ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے آپ کی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے بنا دیکھے آپ کو خلعتِ خلافت سے نوازا تھا۔ جب آپؒ کو خلافت کی سند ملی تو آپؒ نے مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کو لکھا 'حضرت! میں نے تو بیعت ابھی تک نہیں کی۔ خلافت سے کیسے نوازا؟ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا: 'میرے نزدیک خلافت کے لیے بیعت شرط نہیں ہے۔ اہلیت ہی سب سے بڑی شرط ہے۔ آپ میں اہلیت وصلاحیت ہے تو آپ خلافت کے مستحق ہیں۔' آپؒ اصلاً غور غشتو گاؤں کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں بہبودی کے رہنے والے تھے۔ آپ مفتی احمد الرحمن صاحبؒ اور جامعہ اسلامیہ راولپنڈی کے مہتمم مولانا قاری سعید الرحمن کے والدِ گرامی اور جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے موجودہ امیر مولانا ڈاکٹر عتیق

الرحمن کے دادا تھے۔ مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی بابا نے ان سے ترمذی شریف اور شرح معانی الآثار پڑھی تھیں۔

جب آپؒ مظاہر العلوم سہارن پور سے فارغ ہوئے تو وہاں کے بڑے اساتذہ کرام کی رائے یہ تھی کہ آپ وہیں درس و تدریس کرتے رہیں۔ 1947 میں برصغیر تقسیم ہوا تو ہندوستان و پاکستان آنا جانا مشکل ہو گیا۔ اس لیے آپ نے اپنے اساتذہ کے سامنے عذر کر کے اپنے آبائی علاقے ڈاگئی تشریف لے آئے۔ آپ اپنے والد بزرگوار علامہ عبد الحکیم اور چچا مولانا محمد صدیق کی دینی درس گاہ میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس دوران میں آپ نے مختلف علوم و فنون کی تدریس شروع کی۔ وفات تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان کے کئی مدارس نے آپ کو اپنے ہاں مدرس مقرر کرنے کے لیے دعوت دی۔ آپ کبھی اپنے گاؤں سے باہر نہیں گئے۔ جب امارت اسلامیہ نے کابل فتح کیا تو ڈاگئی بابا صاحب امارت کے وزیر تعلیم مولوی امیر خان متقی صاحب کے اصرار پر کابل گئے۔ جامعہ فاروقیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے دورہ حدیث کا آغاز کیا۔ اس دوران ہزاروں تشنگان علوم نبوت نے آپ سے استفادہ کیا۔ افغانستان پر امریکی جارحیت تک آپ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب تک جامعہ فاروقیہ قائم رہا، آپ تدریس کرتے رہے۔

آپؒ ہر سال دورۂ حدیث کے علاوہ 15 شعبان سے 25 رمضان المبارک تک دورہ تفسیر بھی پڑھاتے تھے۔ شرکا کی اکثریت علما اور مدرسین کی ہوتی تھی۔ علمی زوال کے اس دور میں کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں تھا۔ شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی کے بہ قول ایک مرتبہ مولانا حمد اللہ جان نے سیکڑوں علما کی موجودگی میں اسلام کے نظام معیشت پر ایسی جامع اور مدلل تقریر فرمائی کہ مجمع دم بخود رہ گیا۔ مجھے وہ تقریر بہت پسند آئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اسلامی معیشت پر مولانا شمس الحق افغانی، مولانا مفتی محمودؒ، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہ کے بعد مولانا حمد اللہ جان ہی وہ شخصیت ہیں، جو اسلام کے اقتصادی نظام کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ آپ کی اس تقریر کے بعد میں نے کہا حضرت! آپ کا تعارف تو اختلاف کے حوالے سے تھا۔ آپ تو ہمارے میدان کے بھی ماہر نکلے۔ مسکرا دیے۔ اپنے کسی ہم عصر کا نام لے کر بتایا 'فلاں نے مجھے ان مسائل میں الجھایا، ورنہ میرا ذوق ہی الگ ہے۔'

مولانا حمد اللہ جان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ افغان علما اور طلبا کے ساتھ نہایت خلوص و شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ایک کثیر تعداد نے براہ راست آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ پاکستانی علما کے بجائے افغان علما و طلبا میں آپ کی شہرت زیادہ تھی۔ امارت اسلامیہ کے سقوط پر مجاہدین نے ہجرت کی تو پردیس میں افغان طلبا نے اپنے طور پر اہل السنت والجماعت کے نام سے الگ الگ جماعتیں قائم کیں۔ وہ سال کے اختتام پر کسی قریبی مدرسے میں سالانہ پروگرام کرتے تھے۔ ان پروگراموں کے مہمان خصوصی مولانا حمد اللہ ہوتے تھے۔ تقریباً ہر ضلع کے طلبا انہیں دعوت دیتے۔ مولانا بھی تمام مصروفیات چھوڑ کر خندہ پیشانی سے دعوت قبول کرتے۔ آپؒ امارت اسلامیہ کے پرزور حامیوں میں سے تھے۔ امارت اسلامیہ کے راہ نما بھی انہیں قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جس کا اظہار آپؒ کی وفات پر امارت نے تعزیتی اعلامیہ جاری کر کے کیا۔ اس میں آپؒ کی علمی و روحانی خدمات کو سلام عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے سانحہ ارتحال کو تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ مرحوم امارت کے پرزور حامیوں میں سے تھے۔

پشتو آپ کی مادری زبان تھی۔ علاوہ ازیں آپ کو عربی، فارسی اور اردو پر بھی عبور تھا۔ عربی کے ساتھ خصوصی اُنس تھا۔ آپ کی اکثر کتب عربی میں ہیں۔ البصائر لمنکر التوسل بأهل المقابر، کتاب التوحید، مناظرہ کرہر، معدن الاسرار اور مظاہر القرآن کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے، جو ابھی تک منصہ شہود پر نہیں آسکی۔ آپؒ کے دو نکاح تھے۔ آپ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ سب سے بڑے صاحب زادے کا نام فضل اللہ تھا۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور پروفیسر تھے۔ بہترین ادیب و خطیب، عالم و عارف تھے۔ وہ جوانی ہی میں وفات پا گئے۔ دوسرے صاحب زادے کا نام لطف اللہ ہے۔ وہ عالم دین ہیں اور جامعہ کے ناظم تعلیمات بھی ہیں۔ تیسرے ڈاکٹر انعام اللہ خان اور چوتھے صاحب زادے کا نام اشفاق اللہ خان ہے، وہ ایکسپریس نیوز کے ایڈیٹر انچیف ہیں۔ آپؒ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ اس دوران میں ہزاروں علما نے آپ سے کسبِ فیض کیا۔ وہ دنیا کے گوشے گوشے میں علمی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ آپ کی موت کا سن کر ان تمام علما کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ جوق در جوق جنازہ میں شریک ہوئے۔ اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ آپؒ نے بندگان خدا کے دلوں میں کس قدر جگہ بنائی تھی۔ اگر سرحدی مشکلات نہ ہوتیں اور آزادانہ آمد و رفت کا سلسلہ ہوتا تو آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے افغانستان سے بھی ہزاروں لوگ آکر شریک ہوتے۔ آپ کے صاحب زادے اشفاق اللہ خان کے بہ قول آپ کے جنازہ کے لیے ساٹھ ایکڑ کے وسیع میدان کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اس میں سات لاکھ کے لگ بھگ لوگ جمع ہو سکتے تھے۔ یہ جگہ بھی اپنی تنگ دامنی کا شکوہ کرتی رہی۔ جگہ ناکافی رہی۔ توقعات سے کئی گنا بڑھ کر عقیدت مند جنازے میں شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

سعودیہ کا بھیانک اقدام

شہید زوی

تقریباً پانچ ہزار سال قبل اپنے دور کی ایک طاقت ور قوم 'ثمود' حجر نامی علاقے میں رہتی تھی۔ یہ قوم پہاڑوں کو تراش کر اس میں گھر بناتی تھی۔ ان کے یہ گھر اب بھی حجر میں موجود ہیں اور عجائبات عالم میں بہت بڑا عجوبہ سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اللہ تعالی نے قوم عاد کی جانب پیغمبر بنا کر بھیجا تو قوم عاد کے جو لوگ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے اور عذاب سے بچ گئے تھے، قوم ثمود ان کی اولاد تھی۔ ان میں آہستہ آہستہ بت پرستی شروع ہو گئی تو اللہ تعالی نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ یہ بہت سرکش قوم تھی۔ اس قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ چٹان سے پتھر نکال کر دکھائیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں اس مطالبے سے منع کیا، مگر یہ لوگ اپنے مطالبے پر جمے رہے تو حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا کی اور چٹان سے اونٹنی نکل کر سامنے آگئی۔ اللہ تعالی نے اس اونٹنی کے بارے حکم دیا کہ کوئی اسے غلط ارادے سے ہاتھ نہ لگائے۔ قوم کے سرکش آدمی قداد بن سالف نے اسے زخمی اور پھر ہلاک کر دیا۔ سیدنا صالح علیہ السلام سمجھ گئے کہ اب اس باغی قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ انہوں نے کہہ دیا کہ تین دن میں اللہ تعالی کا عذاب آئے گا۔

بجائے یہ کہ قوم صالح علیہ السلام کی بات پر یقین کرتی اور توبہ کرتی، اس نے صالح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنالیا۔ اللہ تعالی نے صالح علیہ السلام کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور تین دن بعد قوم پر زلزلہ آگیا۔ آسمان سے ایک ہیبت ناک آواز نے ساری قوم تباہ کر دی۔ اس طرح یہ قوم اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اللہ تعالی کے عذاب کا شکار بن گئی۔ اس کا علاقہ اور عمارتیں قیامت تک کے انسانوں کے لیے عبرت کی مثالیں بن گئیں۔ سورہ اعراف، سورہ شعراء، سورہ نمل، سورہ قمر، سورہ حجر، سورہ صف، سورہ ص، سورہ ذاریات، سورہ الحاقہ اور سورہ الشمس میں صالح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مختصر اور تفصیلی تذکرہ ہوا ہے۔ قوم ثمود کی اس بستی کا نام حجر ہے۔ اسے مدائن صالح بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر مدینہ منورہ اور تیما سے 110 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ثمودیوں کے ہاتھوں پہاڑوں میں تراشے گئے 131 مکانات اور ان کے دروازے اپنی اصل شکل میں صحیح سالم موجود ہیں۔ جس کی وجہ سے 10 سال قبل 2008 میں یونیسکو نے تمام مدائن صالح کو عالمی آثار قدیمہ کا حصہ بنا دیا۔ اس کے بعد سعودی حکومت نے اس جگہ کی حفاظت پر توجہ بڑھا دی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ اس مقام پر سے گزر رہے تھے تو صحابہ کرام کو تیزی سے گزرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عذاب زدہ قوم پر سے روتے ہوئے گزرا کرو۔ اگر رونا نہیں آتا تو رونے والوں کا جیسا چہرہ بنا لو۔

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی یہاں پہنچ کر اپنی اونٹنی تیز کر دی اور فرمایا کہ ان کے گھروں میں داخل مت ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی عذاب آجائے۔ انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ اس مقام کو سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نے دنیا کے طویل ترین کنسرٹ کے لیے منتخب کیا ہے۔ 'مہر جان، شتاء طنطورہ' کے نام سے یہ کنسرٹ 20 دسمبر کو شروع ہوا اور 7 فروری تک جاری رہے گا۔ جس میں مقامی گلوکاروں اور میوزیشن کے ساتھ امریکا، یورپ، مصر اور لبنان کے بہت سے عام اور عالمی شہرت یافتہ گویے شرکت کریں گے۔ جن میں سے ماجدہ رومی کے نام سے لبنان کی انتہائی معروف گلوکارہ نے لوگوں کی توجہ کھینچ لی ہے۔ اس پروگرام کا افتتاح بدر بن عبداللہ بن فرحان آل سعود نے کیا اور کنسرٹ کا عملاً آغاز عرب دنیا کے مشہور گلوکار محمد عبدہ کے گانے سے کیا گیا۔ مدائن صالح کی بستی جس خطے میں واقع ہے، اسے علاء کہا جاتا ہے۔ اب علاء سعودیہ کے انتہائی اہم شہروں میں سے ہے۔ علاء میں ایک بہت پرانی گھڑی ہے، جسے طنطورہ کہا جاتا ہے۔ یہ تاریخی شمسی گھڑی ہے، جو ایک خاص زاویے پر نصب ہے۔ جس سے اس خطے کے پرانے لوگ موسموں کے احوال معلوم کرتے تھے۔ یہ کلچر اب تک زندہ ہے۔ جس دن اس گھڑی کے اوپر سے سورج گزرتا ہے تو یہاں کے قریبی علاقوں کے لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور یہ معلوم کرتے ہیں کہ موسم میں کیا تبدیلی آنے والی ہے؟!

یہاں کے لوگ کہتے ہیں 21دسمبر کے بعد یہاں ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ موسم معلوم کرنے کے لیے اس تاریخی گھڑی کے پاس سعودیہ کے دور واقع علاقوں سے بھی لوگ آتے ہیں۔ چوں کہ یہیں سے سردیوں کے آغاز کے ساتھ موسیقی کا پروگرام شروع ہوا ہے تو اس لیے اس کا نام شتاء طنطورہ رکھا گیا ہے۔ عرب دنیا کے مشہور ٹی وی چینل الجزیرہ نے اس حوالے سے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ حالیہ دنوں میں قوم ثمود کا مقام عبرت اور رونے کی زمین عالمی سطح پر بڑے رقص و سرود کے مرکز میں بدل گئی ہے۔ دنیا بھر کے عالمی گلوکاروں کے لیے وقت اور دن خاص کر دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں جمعے کے روز مشہور لبنانی گلوکارہ ماجدہ رومی گانا گا رہی تھی تو بہت سے اعلی حکام بھی یہاں موجود تھے۔ موسیقی کے اس قدر طویل پروگرام کے لیے اس جگہ کے انتخاب نے پورے ملک کو شدید ہیجان میں ڈال دیا ہے۔ قرآن وحدیث کی ہدایات پر چلنے کی وجہ سے ملک کا مذہبی طبقہ، بلکہ سعودیہ کے عام شہری بھی بہت اضطراب کا شکار ہیں۔ کہا جاتا ہے یہ اقدام اللہ تعالی کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

سعودی شہریوں نے نجی رابطوں کے لیے بنی ویب سائٹس پر اس کنسرٹ پر فوری رد عمل دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ سعودیہ میں بے حیائی اور فحاشی کے پھیلاؤ کے لیے تیار شدہ پلان کا اہم حصہ ہے۔

سعودیہ کے معروف عالم دین شیخ عبداللہ المشہری اور شیخ سامی العقیلی نے اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ پر لکھا ہے کہ قرآن کریم نے اس مقام سے عبرت لینے کا حکم دیا ہے، مگر قرآن کریم کی اس ہدایت کے برعکس محمد بن سلمان نے اب دنیا کا سب سے طویل کنسرٹ سجانے کا حکم دیا ہے۔ یہ قرآنی ہدایت کے مقابلے میں بہت بڑی جرات اور شرعی احکامات کے برخلاف انتہائی غلط اقدام ہے۔

ٹوئیٹر پر المجتہد نامی اکاؤنٹ کے 2 ملین سے زیادہ فالوورز ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ خاص عذاب کے مقام کو اس طویل ترین کنسرٹ کے لیے متعین کرنے کا مقصد لوگوں کے دلوں سے حدیث کی اہمیت نکالنا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ آپ پر عذاب آ جائے۔ مگر حکومت نے جو موسیقی پروگرام کا انعقاد کیا ہے تو لوگوں کو یہ بتانا مقصد ہے کہ دیکھو! کوئی بھی عذاب نہیں آیا۔ تا کہ حدیث پر لوگوں کا اعتماد متزلزل ہو جائے۔ حالانکہ حدیث میں عذاب کی آمد کی بات امکان کی حد تک ہے۔ یعنی عذاب کی آمد کا خوف ظاہر کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہا گیا کہ یہاں ٹھہرنا عذاب کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ یہ اللہ تعالی کی حکمت اور اس ذات کی طرف سے دی جانے والی مہلت کی بات ہے۔ الجزیرہ ٹی وی نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ لبنانی گلوکارہ رومی کو کیوں اس کنسرٹ میں شرکت کے لیے بلایا گیا ہے؟ حالانکہ اُس کے حزب اللہ نامی مسلح تنظیم کے ساتھ ہم دردی اور قریبی رابطے ہیں۔ جسے سعودی حکومت حزب الشیطان کے نام سے یاد کرتی ہے۔

جون 2017 میں سعودی بادشاہ سلمان نے اپنے بھتیجے سے ولی عہد کی ذمہ داری لے لی اور اپنے بیٹے محمد بن سلمان کو ولی عہد بنا دیا۔ محمد بن سلمان کے پاس وزارت دفاع بھی ہے۔ حکومت کے اصل حاکم یہی ہیں۔ بد قسمتی سے محمد بن سلمان نے ولی عہد بننے کے بعد پورے مغرب، خصوصا امریکا کے قریب ہونے اور اپنی وفاداری دکھانے کے لیے بہت خطرناک اقدامات کیے۔ جن علماء نے ان کے غلط اقدامات کی مخالفت کی، ستمبر 2017 کے بعد ان کی گرفتاری شروع کی گئی۔ اسی سلسلے میں کعبہ کے امام شیخ صالح کو بھی گرفتار کیا گیا۔ جن کی موت اور زندگی کا اب تک کچھ پتا نہیں حکومت نے ستمبر 2017 میں خواتین کو ڈرائیونگ کی اجازت دی۔ پھر 35 سال سے بند سینما ہال کھولنے اور سیکڑوں نئے سینما قائم کرنے کا اعلان کیا۔ سینما ہال، کنسرٹ، تفریحی مقامات اور دیگر مقامات پر خواتین کو مخلوط بیٹھنے کی اجازت بھی دے دی۔ یہ اقدمات سعودی عوام سمیت عالم اسلام کے لیے باعثِ تشویش ہیں۔ ملک کے اندر اور باہر محمد بن سلمان شدید بدنامی کا شکار ہیں۔ محمد بن سلمان کو یہ بدنامی، بدنامی نہیں لگتی۔ وہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک میں اپنی نیک نامی چاہتے ہیں، جو انہیں ملی ہوئی ہے۔

ان اقدامات نے انہیں امریکا اور مغرب کے قریب تر کر دیا ہے۔ سعودی عرب کے حکمرانوں اور خصوصا محمد بن سلمان کو سمجھنا چاہیے کہ اپنے ملک اور پوری دنیا کے مسلمانوں میں اچھی شہرت ہی ان کے اقتدار کے دوام کی بنیاد ہے۔ امریکا کی تاریخ یہ ہے کہ وہ اپنے کٹھ پتلیوں سے کام بھی لیتا ہے اور انہیں بدنام بھی کرتا ہے۔

اب یہ محمد بن سلمان کی مرضی ہے کہ وہ اللہ تعالی اور مسلمانوں کی خوشی کے اقدامات کرتے ہیں یا امریکا کی خوشی کے لیے عذاب الہی کو دعوت دیتے ہیں۔

امن مذاکرات اور امریکی جرائم

شاہد غزنوی

جب سے امریکا اور طالبان کے درمیان مذاکرات کا آغاز ہوا ہے۔ اس کے ساتھ افغانستان کے دیہی علاقوں میں امریکی فوج کے پُر تشدد واقعات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ مختلف علاقوں میں درجنوں شہری امریکی فوج کی بمباری۔ رات کے حملوں اور چھاپوں میں لقمہ اجل بنتے ہیں۔ امریکی فوج کی یہ ظالمانہ کارروائیاں زیادہ تر ننگرہار، خوست، پکتیا، پکتیکا، لوگر، میدان وردگ، غزنی، قندوز، ہلمند، فراہ اور اروزگان میں سامنے آئی ہیں۔ اس کے باوجود ان علاقوں میں مجاہدین بلند حوصلے کے ساتھ اپنی سرگرمیاں انجام دیتے رہے ہیں۔ دشمن کے مظالم نے ان کے روزمرہ معاملات پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں کیا۔ دشمن کے ظلم کے زیادہ متاثرین عام شہری ہیں۔ جس کی ایک مثال ہلمند کے ضلع سنگین کا حملہ ہے، جس میں ایک خاندان کے 31 افراد خواتین اور بچوں سمیت شہید ہوئے تھے۔

> ایک اندازے کے مطابق گزشتہ سال ہر ماہ تقریباً 70 سے زائد چوکیاں فتح ہوئیں۔ اسی طرح سیکڑوں فوجی اڈے بھی فتح ہوئے۔ اس کے علاوہ ضلعی مراکز اور دو صوبائی دارالحکومت بھی فتح ہوئے۔ 29 اضلاع فتح کرنے کا شاہکار کارنامہ بھی سامنے آیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صوبہ فراہ کے علاقے پر چمن، انار درہ، شیب کوہ اضلاع، غزنی کے خواجہ عمری، جغتو، دہ یک، آب بند، مالستان، اور اندڑ، قندوز کے ضلع قلعہ زال، بدخشان کے ضلع کوہستان، بغلان کے تالا و برفک، فاریاب کے ضلع بل چراغ اور لولاش، بادغیس کے درہ بوم، اروزگان کے چنارتو اور چورہ، تخار کے دشتی قلعہ اور خواجہ غار، زابل کے ضلع اتغر، پکتیا کے لجہ منگل اور جانی خیل، دایکنڈی کے اجرستان، بلخ کے چاہی، میدان وردگ کے جلگہ اور سید آباد، جوزجان کے خم آب، سرپل کے بل خاب اور پکتیکا کے ضلع خوشماند شامل ہیں۔

اگرچہ افغان عوام نے توقع ظاہر کی تھی کہ امریکا کے ساتھ امن مذاکرات کے دوران پُر تشدد واقعات اور امریکی جرائم میں کمی آئے گی، مگر توقع کے برخلاف امریکی فوج کے ظلم میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ امریکی حکام سمجھتے ہیں وہ ظلم اور تشدد کے ذریعے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ان کی کامیابی نہیں، حماقت ہے۔ جب امریکی فوج کو طویل جنگ میں شکست ہوئی تو پھر عین مذاکرات کے دوران پُر تشدد کارروائیوں میں اضافہ کرنا چہ معنی دارد؟ یہ دشمن کی حماقت ہے۔ ایسے ہتھکنڈوں اور حربوں سے ہرگز مذاکرات میں برتری حاصل نہیں کی جاسکتی۔ امریکا کو چاہیے وہ 17 سالہ جنگ کی شکست سے سبق حاصل کریں۔ تشدد کے بجائے امن مذاکرات کے ذریعے افغان تنازع کے حل کے لیے اقدامات کرے۔ تشدد ایک غلط راستہ ہے۔

امریکی جنرلز دنیا کے بے وقوف جنرلز ہیں۔ وہ تجربوں سے سبق حاصل کرنے کی مہارت نہیں رکھتے۔ گوانتاناموا اور بگرام جیسے بدنام زمانہ جیلوں میں مظلوم شہریوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے۔ مختلف علاقوں میں ہزاروں بم برسائے اور مادر بم کا استعمال کیا گیا۔ جنگ میں پروپیگنڈے کے زور پر برتری حاصل کرنے کے لیے تمام ذرائع ابلاغ نے واضح جانب داری کا مظاہرہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جارحیت پسندوں کے مقابلے میں مظلوم افغام عوام کی مزاحمت میں تیزی آئی۔ جس سے امریکا مذاکرات پر مجبور ہوا۔

افغانستان پر امریکی حملے کے 17 برس مکمل ہوئے اور 2018 اختتام کو پہنچا۔ یہ سال اس لحاظ سے اہم تھا کہ سابق امریکی صدر بش اور اوباما کے بعد ٹرمپ نے بھی اس سال کے دوران افغانستان میں جنگ کی پالیسی کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ ٹرمپ نے اگست 2017 میں افغانستان کے لیے اپنی جنگی حکمت عملی کا اعلان کیا تھا۔ تاہم اس پالیسی پر عمل درآمد کے لیے 2018 کا انتخاب کیا گیا۔ افغانستان میں امریکی فوج کے اعلی کمانڈر جنرل جان نکلسن نے نئی جنگی حکمت عملی کے حوالے سے نہایت غرور کے ساتھ کہا تھا کہ ہم اپنے مخالفین پر فوجی، مذہبی اور سماجی دباؤ بڑھائیں گے۔ اس حکمت عملی کی روشنی میں سال 2018 شدید حملوں اور چھاپوں کے ساتھ شروع ہوا۔

زر خرید میڈیا نے بھی نفسیاتی جنگ کا بازار گرم رکھا۔ اللہ تعالی کی مدد اور عوام کی حمایت سے مجاہدین نے دشمن کو جنگ کے میدان میں ماضی سے بھی زیادہ خطرناک شکست دی۔ فراہ اور غزنی جیسے اہم صوبے فتح کرنے کے لیے 29 اضلاع مکمل طور پر فتح کیے۔

ٹرمپ کی پالیسی کے تحت قابض امریکا نے افغانستان کے کونے کونے میں فضائی حملوں اور رات کے چھاپوں میں اضافہ کیا گیا۔ دیہاتوں پر وحشیانہ بمباری میں سیکڑوں گھروں، مساجد اور باغات کو نشانہ بنایا گیا۔ بازار اور مارکیٹس مسمار کی گئیں۔اس کے باوجود افغان عوام کی مزاحمت میں کمی نہیں آئی۔ چندماہ گزرنے کے بعد نئی امریکی پالیسی بھی شکست سے دوچار ہوئی۔ مغرور نکلسن کی دھمکیاں امن مذاکرات میں تبدیل ہوگئیں۔ بالآخر جنرل نکلسن بھی ہزیمت اٹھاتے ہوئے افغانستان چھوڑ گئے۔ گزشتہ سال دشمن کی چوکیوں، فوجی اڈوں اور اضلاع کی فتوحات کے لحاظ سے بھی منفرد تھا۔ مجاہدین ماضی کے مقابلے میں اب جدید ہتھیاروں سے لیس اور تجربہ کار ہیں۔ انہوں نے حکمت عملی کے تحت گزشتہ سال مختلف علاقوں میں سیکڑوں چوکیاں، فوجی اڈے اور اضلاع فتح کر کے دشمن کو شکست دی۔ ایک جانب مجاہدین کی کارروائیوں اور پیچیدہ جارحانہ حملوں کی بدولت دشمن بہت سے علاقوں سے پسپائی پر مجبور ہوا تو دوسری جانب اجرتی فورسز کے اہل کاروں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے جنگ کے بجائے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا انتخاب کیا۔ہزاروں کی تعداد میں دشمن کے مسلح اہل کار سرنڈر ہوئے۔

ایک اندازے کے مطابق گزشتہ سال ہر ماہ تقریباً 70 سے زائد چوکیاں فتح ہوئیں۔اسی طرح سیکڑوں فوجی اڈے بھی فتح ہوئے۔ اس کے علاوہ ضلعی مراکز اور دو صوبائی دارالحکومت بھی فتح ہوئے۔ 29 اضلاع فتح کرنے کا شاہکار کارنامہ بھی سامنے آیا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ صوبہ فراہ کے علاقے پرچمن، انار درہ، شیب کوہ اضلاع، غزنی کے خواجہ عمری، جغتو، دہ یک، آب بند، مالستان، اور اندڑ، قندوز کے ضلع قلعہ زال، بدخشان کے ضلع کوہستان، بغلان کے تالا و برفک، فاریاب کے ضلع بل چراغ اور لولاش، بادغیس کے درہ بوم، ارزگان کے چنارتو اور چورہ، تخار کے دشتی قلعہ اور خواجہ غار، زابل کے ضلع اتغر، پکتیا کے لجہ منگل اور جانی خیل، دایکنڈی کے اجرستان، بلخ کے چاہی، میدان وردگ کے جلگہ اور سید آباد، جوزجان کے خم آب، سرپل کے بل خاب اور پکتیکا کے ضلع خوشماند شامل ہیں۔

گزشتہ سال جارحیت پسندوں کے لیے زیادہ خونریز ثابت ہوا۔ اس بارے مغربی میڈیا میں بھی خبریں شائع ہوئیں۔امریکی ادارے سیگار اور کٹھ پتلی حکومت نے بھی اعتراف کیا کہ 2018 کے دوران اجرتی فورسز کی ہلاکتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ مجاہدین نے دشمن پر فدائی حملوں سمیت 12 ہزار سے زائد حملے کیے۔ ان کے نتیجے میں 20 ہزار سے زائد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین کی کارروائیوں میں دشمن کے ساڑھے تین ہزار سے زائد فوجی وسائل، ٹینک اور رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ اس کے علاوہ دشمن کے 26 ہیلی کاپٹر اور ڈرون طیارے مار گرائے گئے۔ گزشتہ سال کے دوران دشمن کی قیادت کو بھی دھچکا لگا۔ کئی اہم فوجی رہنماؤں اور کمانڈروں کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔ ان میں پکتیکا کے ظالم کمانڈر عزیز اللہ کاروان، ہلمند کے عبدالجبار قہرمان، قندھار پولیس کے سربراہ عبدالرازق، قندھار کے کور کمانڈر اور فراہ کی صوبائی کونسل کے سربراہ فرید بختور جنرل نعمت اللہ، قندھار کے جنرل مومن حسین خیل سمیت نچلی سطح کے 5 سے زائد کمانڈر ہلاک ہوئے۔اس کے علاوہ قندھار کے گورنر زلمے ویسا، روزگار کے ظالم کمانڈر حکیم شجاعی شدید زخمی ہوئے۔

2018 میں مجاہدین نے کئی اہم کامیابیاں اور فتوحات حاصل کیں۔ مختلف علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کیا۔ امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں کا دائرہ وسیع ہوا۔ دشمن کو مختلف علاقوں سے پسپا کر دیا گیا۔ سیاسی میدان میں بھی امارت اہم پیش رفت سامنے آئی۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندوں نے ماسکو میں افغان امن کانفرنس میں شرکت کی، جس میں ہمسایہ ممالک سمیت 12 بڑے ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ امارت اسلامیہ کے وفد نے دنیا کے سامنے اپنا اصولی موقف پیش کیا۔ افغان سیاسی رہنماؤں نے بھی طالبان کے مضبوط سفارتی وفد اور کابل انتظامیہ کے کمزور وفد کی شرکت پر تنقید کی۔ امریکی حکام اور طالبان کے درمیان براہ راست مذاکرات کا نیا دور شروع ہوا۔ دو بار قطر اور ایک بار متحدہ عرب امارت میں براہ راست ملاقاتیں ہوئیں۔ طالبان کے سیاسی نمائندہ وفد نے ایران کا دورہ کیا۔ ایران کے حکام سے اہم ملاقات کی۔ دنیا بھر میں طالبان کو افغانستان کی فوجی اور سیاسی قوت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے لیے اہم پیش رفت ہے۔

اسلام میں عصری علوم کا معاملہ

محمد عماد

عصری علوم بہت سے شرعی احکام کی انجام دہی میں معاون ہوتے ہیں۔

مثلاً:

- **اسلام دشمنوں سے مقابلہ اور اس مقابلے کے لیے وسائل تیار کرنا** مسلمانوں کا اہم فریضہ ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ.'

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو آلات حرب سے لیس ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک اور ارشاد ہے:

'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ.'

یہاں بھی سابقہ نوع ہی کا حکم دیا گیا ہے۔

- علمائے کرام فرماتے ہیں شریعت کا اصل مقصد ان پانچ چیزوں کی حفاظت ہے، جو انسانوں کی دینی اور دنیوی ضرورت ہیں۔ یعنی دین، جان، مال، عقل اور نسل۔ ان پانچ چیزوں کے درمیان مطابقت اور مناسبت عصری علوم کے ذریعے ممکن ہے۔

- اسلام اپنے پیروکاروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دیگر اقوام کے مقابلے میں ہمیشہ عزت و وقار کے ساتھ رہیں۔ دیگر اقوام میں پستی کا احساس تک نہ کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، - وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا، - وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ.'

ظاہر ہے ایسا تب ممکن ہے، جب مسلمان عصری علوم میں ان سے آگے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ان کی حیثیت گھٹ جائے گی۔ جس کے خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ جس طرح آج مسلمان اس کے نتائج بھگت رہے ہیں۔

- قرآن مجید میں جگہ جگہ کائنات میں اللہ تعالی کی موجودگی اور اس کی صفات کا تذکرہ ہے۔ انسانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس میں غور و فکر کریں۔ عصر حاضر میں یہ غور و فکر سائنسی علوم کے ذریعے ممکن ہے۔ جو عالم دین سائنسی علوم میں جس قدر مہارت رکھتا ہو، اسی قدر وہ قرآن مجید کے اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی حقانیت کو اچھے انداز سے سمجھ اور سمجھا سکتا ہے۔

- قرآن مجید نے حلال کمائی اور دنیوی زندگی سنوارنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا، - فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ، - رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.'

یہ کام صرف علمی ترقی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سائنسی علوم شرعی احکام کی بجا آوری کے لیے وسیلہ ہیں، اسی لیے بعض علمائے کرام سائنسی علوم کے حصول کو فرض کفایہ قرار دے رہے ہیں۔ ایک فقہی اصول ہے کہ 'مالایتم الواجب الا بہ فھو واجب'۔ جس امر کے بغیر کسی واجب امر کی بجا آوری ممکن نہ ہو، وہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں ان ضروری علوم سے روگردانی امت کے لیے باعث تباہی ہو گی۔ درج بالا قواعد کی روشنی میں سائنسی علوم کا فرض کفایہ ہونا

ثابت ہوا۔ اس تناظر میں ذیل میں قدیم علمائے کرام کے موقف کا پیش خدمت ہے:

- امام غزالیؒ اپنی شاہکار کتاب احیاء علوم الدین میں لکھتے ہیں: 'فرض کفایہ اس علم کو کہا جاتا ہے، جس کے بغیر زندگی کے معاملات بہتر انداز سے ادا نہ ہو سکیں۔ جیسے طب ہے۔ جو صحت کے حوالے سے بنیادی علم ہے۔ حساب کتاب، جو معاملات، وصیت اور میراث سے متعلق ضروری علم ہے۔ اسی طرح صنعت و حرفت، زراعت اور درزی کا شعبہ سب فرض کفایہ میں داخل ہیں۔
- اسی طرح امام نوویؒ اپنی کتاب روضۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

عقلی علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ جیسے طب اور حساب وغیرہ

- امام عزالدین ابن عبدالسلام اپنی کتاب 'قواعد الاحکام فی المصالح الانام' میں لکھتے ہیں کہ طب بدن کے معاملات کی درستی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ شریعت اور طب دونوں منافع کے حصول اور مفاسد کے خاتمے کے لیے وجود میں آئے ہیں۔ اس لیے دونوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔
- علامہ ابن القیمؒ نے اپنی کتاب 'الطرق الحکمیہ' میں لکھتے ہیں: 'لوگوں کو جو صنعت و حرفت، عمارت سازی وغیرہ جیسی جن صنعتیں کی ضرورت ہو، انھی کی تعلیم دینا چاہیے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اسی لیے بعض شافعی اور حنبلی فقہانے تصریح کی ہے کہ ان علوم کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔
- علامہ رشید رضا مصری نے اپنی تفسیر المنار میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: 'لوگوں کو جن صنعتوں کی ضرورت ہو، ان کا سیکھنا دینی فرائض میں سے ہے۔ اگر پوری امت نے اس سے بے اعتنائی برتی تو معذور لوگوں کے علاوہ سب گنہگار اور دین کے مخالف شمار ہوں گے۔ اسی سوچ وفکر کے ساتھ امت مسلمہ کا بھرم قائم رہا۔' دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ 'مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے اپنے آلات حرب وضرب ہوں۔ ان کے اپنے طیارے اور اپنا اسلحہ ہو۔ ظاہر ہے یہ سب سائنسی علوم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اسی لیے ان علوم کا سیکھنا واجب ہے۔
- شیخ ابن عثیمین لکھتے ہیں: ' انجنیئرنگ اور طب وغیرہ جیسے دنیوی علوم سیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر نیت صحیح ہو تو یہ سب باعث اجر وثواب ہیں۔ کیوں کہ ان کے سیکھنے پر بہت سے دیگر امور موقوف ہیں۔ اس لیے ان کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔'

دنیوی علوم کا حصول درحقیقت مباح عمل ہے۔ ثواب کی نیت کے ساتھ وہ مباح عمل بھی باعث اجر وثواب ہی شمار ہوگا۔ شرعی حوالے سے مسلّمہ قاعدہ ہے کہ مباح عمل ثواب کی نیت سے کیا جائے تو وہ باعث ثواب ہوگا۔ سائنسی علوم کی شرائط پوری کر کے اس کی نشر واشاعت ایک اسلامی حکومت کی بنیادی اور اساسی ذمہ داری ہے۔ دنیوی علوم سے مراد وہ علوم ہیں، جن کا جائز فائدہ مسلمانوں کو پہنچ رہا ہو۔ جس کا فائدہ ناجائز طریقے سے حاصل ہو رہا ہو، وہ ناجائز ہی ہیں۔ دنیوی علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ دینی علوم کا اتنا حصہ ضرور حاصل کرنا چاہیے کہ روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا ادراک ہو۔ ایک ادارے میں دینی اور عصری علوم کا حصول صرف ہمارے ممالک میں ناممکن ہے، دیگر اسلامی دنیا میں علما بھی عصری طور پر اعلی تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ یہ اعتراض بے جا ہے کہ اگر دنیوی علوم اتنے ہی ضروری ہوتے تو قدیم علمانے اس کے حصول پر اتنا زور کیوں نہیں دیا؟ بات یہ ہے کہ تب ان علوم کی اہمیت اور فائدے اتنے زیادہ نہیں تھے، جتنے آج ہیں۔ تب اس کے فائدے لوگوں کو معلوم تھے۔ فقہی قاعدہ ہے: 'لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان۔' جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جن اجتہادی فقہی احکام کی بنیاد عرف اور عادت پر ہو، زمانے کے ساتھ ان کا حکم بدلتا رہتا ہے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ علما کے ہاں دنیوی و عصری علوم کی اہمیت نہیں ہے۔ وہ ان علوم کو وہ برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ الگ بات کہ ان کا یہ عمل صحیح نہیں، البتہ کچھ بُرا وہ بھی نہیں کر رہے۔ ہمارے معاشرے میں جو نوجوان عصری تعلیم حاصل کرے، وہ خود کو آئن سٹائن سمجھ بیٹھتے ہیں۔ وہ دینی مدارس اور علما کی اہانت واستہزا کو مستقل مصروفیت سمجھ کر اسے ترقی کا زینہ گردانتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کے پاس واقعی اس عزت وشوکت کا کچھ لحاظ ہے، جو اس امت کا خاصہ ہے تو انہیں بلا توقف شرعی معیارات کے مطابق دنیوی علوم سیکھنے چاہییں۔

تعلیمی اداروں پر دشمن کے حملے

محمد جمیل

گزشتہ سال اکتوبر کی 30 تاریخ کو غزنی میں نہتے شہریوں پر صلیبی جارحیت پسندوں نے رات کے ایک بجے اس صوبے کے مفتوحہ ضلع واغظ سے ملحق قلعہ سربلند میں مولوی موسیٰ خان کے مدرسے پر چھاپہ مارا۔ دشمن نے اس چھاپے میں مدرسے کے 7 طلبا کو شہید کیا اور ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ 14 اکتوبر کو صلیبی جارحیت پسندوں نے صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے اسٹیشن میں ایک مدرسے پر چھاپہ مارا، جس میں 4 طلبا کو شہید کیا گیا۔ اسی دن صوبہ بادغیس کے ضلع سنگ آتش سے ملحق علاقے لودین میں کٹھ پتلی حکومت کے اہل کاروں نے مدرسہ خالد بن ولید کے ایک حصے کو مسمار کر کے وہاں موجود تمام سامان لوٹ لیا۔ یکم اکتوبر جمعہ کی رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے یخچال پر چھاپہ مارا۔ چھاپے میں دشمن فوج ایک دینی مدرسے میں داخل ہوئی اور حفاظ کرام سے پوچھ گچھ شروع کی۔ بعدازاں تمام حفاظ کو مدرسے سے نکال دیا۔ انہیں اپنے قرآن پاک بھی اٹھانے نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد مدرسے کو بموں سے اڑا دیا گیا۔ جس میں ایک مسجد کے ساتھ قرآن پاک کے چالیس نسخے بھی شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

30 نومبر کو امریکی فوج اور اس کے کاسہ لیس غلاموں نے رات کے 9 بجے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے مستوفی میں واقع ایک معروف دینی مدرسے نورالمدارس اور کلی علیزو پر چھاپہ مارا، جو رات کے 2 بجے تک جاری رہا۔ اس وحشیانہ چھاپے میں دشمن نے مدرسے کے کتب خانے کو نقصان پہنچایا۔ کمروں کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ اس کے علاوہ عام شہریوں کی گاڑیوں اور کچھ گھروں کو بھی آگ لگادی۔ جب کہ متعدد افراد کو گرفتار بھی کیا گیا۔ اس کے علاوہ دشمن نے حاجی نصیر نامی شخص کو شہید، جب کہ مدرسے کے مدیر اور خانساماں کو گرفتار کر لیا۔ 23 نومبر کو صوبہ غور کے علاقے فیروز کوہ میں کٹھ پتلی دشمن نے ایک مدرسے پر شام چار بجے چھاپے کے دوران دینی کتابوں اور قرآن پاک کے نسخوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے انہیں شہید کر ڈالا۔ صلیبی مزدور فورس کے اہل کار علاقے کے ایک اور دینی مدرسے مجمع العلوم میں بھی داخل ہوئے۔ مدرسے کے سامان کو نقصان پہنچانے کے ساتھ قرآن پاک اور دوسری دینی کتب بھی شہید کردیں۔

15 نومبر کو صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک کے علاقے شرشرگ میں کٹھ پتلی اہل کاروں نے مدرسہ جامعہ اسلامیہ پر چھاپہ مارا۔ تب مدرسے میں صرف چھوٹے حفاظ موجود تھے۔ دشمن نے ان معصوم بچوں پر شدید تشدد کیا۔ جس سے ایک بچہ شدید زخمی ہوگیا۔ اس کے علاوہ مدرسے کے دارالحفاظ سمیت تمام کمروں کی کھڑکیاں اور دروازے توڑ دیے۔

11 نومبر سے اس صوبے کے ضلع چمتال کے علاقے ینگی قلعہ میں کٹھ پتلی اور صلیبی کاسہ لیس اہل کاروں کی جانب سے مساجد اور مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس کے تحت علاقے میں 7 مساجد بند کر دی گئی ہیں۔ پانچ وقت کی نماز کے لیے بھی مسجد کھولنے کی اجازت نہیں دی جارہی۔ اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اس کے علاوہ دشمن اس علاقے کو گاہے بگاہے مارٹر گولوں کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ جس کے نتیجے میں کئی لوگ نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کئی مساجد اور مدارس کو نقصان پہنچا ہے۔ دشمن کا یہ وحشیانہ عمل اب بھی جاری ہے۔ 7 نومبر کو میدان وردگ کے ضلع جغتو میں امریکی اور کٹھ پتلی دشمن نے ایک مدرسے پر چھاپے کے دوران 5 حفاظ کو شہید کر دیا۔

دشمن کی اس وحشیانہ کارروائی کا نشانہ ضلع جغتو سے ملحق علاقے اختوم نامی گاؤں میں واقع مدرسہ ضیاء العلوم بھی بنا۔ اس وحشیانہ حملے میں صلیبی جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلی قاتلوں نے قاری حامد، قاری ذبیح اللہ، قاری فضل محمد، قاری مبشر اور طالب علم محمد نسیم کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیا۔ مدرسے کی عمارت بھی مکمل طور پر تباہ کردی۔ اس کے علاوہ مدرسے کی لائبریری کو نذر آتش کر دیا۔ مدرسے کے قریب گھروں کے دروازے بھی توڑے گئے اور لوگوں کو بھی مالی نقصانات پہنچایا گیا۔

3 نومبر کو رات گئے امریکی جارحیت پسندوں نے اپنے کرائے کے قاتلوں کی مدد سے صوبہ پکتیا کے مرکز سے ملحق علاقے وچ غوڑک میں ایک بڑے دینی مدرسے سراج العلوم پر چھاپہ مارا۔ اس مدرسے میں سیکڑوں طلبا حفظِ قرآن اور دینی علوم حاصل کرتے ہیں۔ ابتدائی معلومات کے مطابق دشمن نے سب سے پہلے مدرسے کے صحن میں کئی ہینڈ گرنیڈ بم پھینکے اور پھر مدرسے میں داخل ہوئے۔ مدرسے کو نقصان پہنچانے کے علاوہ اساتذہ اور کئی عام شہریوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ امریکا کے وحشی درندوں اور ان کے کاسہ لیس غلاموں نے عام شہریوں پر ظلم و سربریت کا ایک ناقابل برداشت سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس میں سب سے زیادہ ہدف مساجد، مدارس، بازار اور تجارتی مراکز ہیں۔

4 دسمبر کو صوبہ فراہ کے مرکزی شہر کے نواحی علاقے قلعہ زمان میں رات کو کٹھ پتلی دشمن کے خفیہ ادارے نے ایک اسکول کو آگ لگا دی۔ امارت اسلامیہ کے شعبہ تعلیم و تربیت کے مسئول کے مطابق دشمن کا یہ اقدام صرف مجاہدین کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ امارت اسلامیہ نے علاقے میں اسکول نذر آتش کرنے کی سخت مذمت کی اور کہا کہ ہم کوشش کریں گے کہ واقعے میں ملوث افراد کا پتہ لگا کر انہیں اس مذموم عمل کی سزا دی جائے۔

5 دسمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان میں رات ایک بجے کے قریب کابل انتظامیہ کے علاقائی جنگجوؤں نے صاحب زادہ صاحب کے مدرسے کے اس طالب علم کو بے دردی سے شہید کر دیا، جسے کچھ عرصہ قبل امریکی درندوں نے زخمی کیا تھا۔ اس کے علاوہ محلے کا ایک اور بچہ بھی اس دوران زخمی ہو گیا۔ اس چھاپے کے دوران پوری رات مدرسے کے دوسرے طلبا کو سخت سردی میں باہر کھڑا کیے رکھا۔ ان کی تمام اشیا لوٹ لی گئیں۔ حتیٰ کہ ان کے موبائل فونز، نقدی اور قیمتی سامان سب کچھ دشمن کے اہل کار چھین لے گئے۔ پانچ طلبا کو گرفتار کیا گیا۔ جن میں چار کو رہا کر دیا، جب کہ ایک طالب علم اب بھی دشمن کے جیل میں ہے۔

12 نومبر کو ضلع چار بولک کے علاقے شرشرگ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ پر ایک بار پھر کابل انتظامیہ کے جنگجو عبداللہ خان نے ٹینکوں کے ذریعے حملہ کیا۔ مدرسے اور مسجد پر آگ برسانے کا یہ کھیل کچھ لمحے جاری رہا۔ جس کے نتیجے میں مدرسے کو نقصان پہنچا۔ جب کہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ تعلیم و تربیت کے مسئول کے مطابق جب علاقے کے بزرگ اور قبائلی عمائدین نے کابل انتظامیہ سے شکایت کی تو ان کا جواب تھا کہ ہم نے اس لیے مدرسے پر حملہ کیا، کیوں کہ یہ مدرسہ فتنوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ العیاذ باللہ

15 دسمبر کو صوبہ ہلمند کے مرکزی شہر لشکر گاہ کے قریب کاریز کے علاقے میں کٹھ پتلی فورسز کے انٹیلی جنس ادارے نے ایک مدرسے پر چھاپہ مارا۔ جس کے تحت مدرسے کے ناظم تعلیمات مولوی محمد شفیق کو گرفتار کر لیا گیا۔ بارہ گھنٹے زیر حراست رکھنے کے بعد بے پناہ تشدد کے بعد انہیں شہید کر دیا گیا۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

19 دسمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع لعل پورہ میں امریکی اور کٹھ پتلی دشمن نے مشترکہ کارروائی میں ایک مدرسہ مکمل طور پر نذر آتش کر دیا۔ علاقہ مکینوں کے مطابق امریکی جارحیت پسند اور ان کے کاسہ لیس رات کے دس بجے آئے اور سب سے پہلے مدرسے میں داخل ہوئے۔ توڑ پھوڑ کی اور بعد میں مدرسے کو آگ لگا دی۔

20 دسمبر کو ضلع بھسود سے تعلق رکھنے والے ان دو طلبا کو کابل انتظامیہ کے جنگجوؤں نے گرفتار کر لیا، جو ضلع غنی خیل میں ایک تقریری مقابلے میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ بعد ازاں قبائلی عمائدین اور بزرگوں کی منت کے بعد انہیں اس شرط پر رہا کیا گیا کہ وہ تقریری مقابلوں میں حصہ نہیں لیں گے۔

22 دسمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار میں واقع چلوزے اسکول کے ہیڈ ماسٹر کو داعشی خوارج نے ذبح کیا اور ان کا سر ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن ان کا کٹا ہوا سر علاقے کے بزرگوں کے حوالے کیا گیا۔ اس پرنسپل کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ رابطے میں تھا۔ 23 دسمبر علی الصبح صوبہ پکتیا کے ضلع سروبی میں امریکی وحشیوں کے ایک ڈرون حملے میں قاری رسول خان کے مدرسے کا ایک طالب علم شہید ہو گیا۔ 25 دسمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع نحلی کے علاقے دہ بابا میں شام کے وقت امریکی جارحیت پسندوں نے عام آبادی پر اندھا دھند بمباری کی، جس سے بازار اور ایک مدرسے کو شدید نقصان پہنچا۔ جس میں مدرسے کے تین طالب علم، ایک چوکیدار اور تین شہری شہید ہو گئے۔

25 دسمبر کو ہی صوبہ بلخ کے ضلع چمتال سے امارت اسلامیہ کے مسئولین نے اطلاع دی کہ روزگانی گاؤں میں جیسے ہی ایک مدرسے کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اگلے دن کابل کے بے مہار جنگجوؤں نے اس جگہ اپنی ایک چیک پوسٹ بنا لی، جو اب ایک بڑے فوجی مرکز میں تبدیل ہو چکی ہے۔

افغانستان میں بلیک واٹر کی متوقع آمد

حسن زوی

امریکی سیاست دانوں اور تجزیہ کاروں تک انکشاف کے مطابق حکومتی اداروں میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ بلیک واٹر نے میدان مار لیا ہے۔ جس کے نتیجے میں وزیر دفاع جیمز میٹس نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے استعفادیا ہے۔ مغربی میڈیا اب یہ افواہیں بھی گردش کر رہی ہیں کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا شام سے اپنے تمام فوج اور افغانستان سے نصف فوج کے انخلا کے اعلان کا مقصد یہ نہیں کہ وہ ان دونوں ممالک میں اپنا مشن ختم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس جنگ میں اپنے جانی اور مالی نقصانات کم کرنے کے لیے اس جنگ کی کمان بلیک واٹر کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی میڈیا کے مطابق بلیک واٹر افغان جنگ کا ٹھیکہ لینے کے لیے مسلسل امریکی حکومت سے مطالبات کرتی رہی ہے۔ امریکی صدر کو ان مطالبات میں امریکی مفاد نظر آنے لگا، یہی وجہ ہے ٹرمپ نے اس جنگ کا ٹھیکہ بلیک واٹر کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگرچہ ٹرمپ نے اس بارے کوئی باقاعدہ اعلان نہیں کیا، تاہم بلیک واٹر کو گرین سگنل ضرور دے دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وزیر دفاع جیمز میٹس مستعفی ہوئے اور بلیک واٹر نے فاتحانہ انداز سے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

امریکا کے مشہور جریدے 'ریکوائل' نے جنوری اور فروری کے ایڈیشن میں بلیک واٹر کا ایک اعلان بھی شائع کیا ہے۔ جس میں درج ہے کہ 'ہم آ رہے ہیں'۔ یہ عنوان جریدے کے فرنٹ پیج پر شائع ہوا ہے۔ ایک اور امریکی جریدے این بی سی نے لکھا کہ بلیک واٹر کے سربراہ ایرک پرنس کئی ماہ سے مسلسل ٹرمپ کے ساتھ ملتے رہے ہیں۔ ہر ملاقات میں ٹرمپ کو جنگ بلیک واٹر کے سپرد کرنے کے اقتصادی فائدے گنواتے رہے۔ جس میں بالآخر انہیں کامیابی ملی اور ٹرمپ افغان جنگ بلیک واٹر کے سپرد کرنے پر تیار ہوگئے۔ آسٹریلیا کے ایک آن لائن جریدے نیوز ڈاٹ کام کے عسکری امور کے ماہر جیمی سیڈل نے لکھا کہ ریکوائل جریدے کے فرنٹ پیج پر بلیک واٹر کے اعلان کی اشاعت ایک بڑا پیغام ہے۔ کیوں کہ اس جریدے میں امریکا کی خصوصی فوج، سکیورٹی کمپنیز اور اسلحہ بنانے والی فیکٹریوں کے اعلانات شائع ہوتے ہیں۔

جیمی سیڈل نے لکھا کہ افغانستان سے نصف فوجیوں کے انخلا کا حالیہ اعلان اور مستقبل قریب میں باقی ماندہ فوجیوں کے ممکنہ انخلا کا ارادہ ظاہر کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ امریکا یہاں جنگ کا اختتام چاہتا ہے، بلکہ امریکا اس جنگ کا ٹھیکہ بلیک واٹر کو دینے کی تیاری میں ہے۔ بلیک واٹر کو ٹھیکہ دینے کی تیاریاں گزشتہ دو سال سے جاری تھیں۔ اس مقصد کے لیے ایرک پرنس کی کئی بار ڈونلڈ ٹرمپ سے ملاقات ہوئی تھی۔ انہیں بتایا تھا کہ امریکا ہر سال افغانستان میں اربوں ڈالر کے اخراجات اور جانی نقصان برداشت کرتا ہے۔ اس کے باوجود امریکا یہ جنگ جیت نہیں سکا۔ اگر امریکی حکومت اس جنگ کا ٹھیکہ بلیک واٹر کو دے تو وہ بہت کم اخراجات میں امریکی مفادات کا دفاع کر سکے گی۔ نیوز ڈاٹ کام کے مطابق ایرک پرنس موت کے سوداگر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کی قاتل ملیشیا پہلے سے ہی کابل میں موجود ہے۔ کابل ایئرپورٹ کے

اگر افغانستان میں امریکی جارحیت کی تاریخ کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ بالا تمام فیصلے حتمی نہیں ہیں۔ امریکا بہت جلد ان معاہدوں کو مسترد کر سکتا ہے۔ اگر مغربی میڈیا سمیت امریکی میڈیا کی یہ خبر حقائق پر مبنی ہو تو بھی یہ یقینی بات نہیں کہ امریکا اپنے فیصلے پر دیر تک قائم رہ سکے۔ یہ بھی ممکن ہے یہ محض پروپیگنڈا امارت اسلامیہ کے موقف میں نرمی لانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو۔ اگر امریکا کا یہ فیصلہ ہے اور اس پر عمل درآمد ہو بھی جائے تو یہ امریکا کا ایک ناکام فیصلہ ثابت ہوگا۔ افغان عوام کے لیے ایک بری خبر ہوگی۔ کیوں کہ جنگ مزید شدت اختیار کرے گی۔ امریکا کو چاہیے وہ ہوش کے ناخن لے۔ ایک لاکھ نیٹو فورسز اور تین لاکھ کے قریب افغان کٹھ پتلی فورسز جنگ میں کامیاب نہیں ہو سکے تو یہ چند ہزار قاتلوں کا گروہ کیسے طالبان کے سامنے ٹھہر سکے گا۔

سامنے اینٹی گریٹی نام کے ایک مرکز میں رہتے ہیں۔ اس مرکز میں 800 افراد کے رہنے کی گنجائش ہے۔

ایرک پرنس نے این بی سی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ ٹرمپ کے ساتھ اس مسئلے پر ان کی کئی بار ملاقات ہو چکی ہے۔ شام اور افغانستان میں امریکی فوجی مشن ختم کر کے یہ مشن بلیک واٹر کے سپرد کیا جائے، ایرک پرنس کا کہنا تھا افغان جنگ میں نیٹو کی ایک لاکھ سے زائد فوج نے حصہ لیا۔ اس کے باوجود وہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ بلیک واٹر اس جنگ میں صرف اپنے 6000 عام اہل کاروں، جب کہ 2000 بین الاقوامی آپریشنز کے ماہر کمانڈوز کے ساتھ آسانی سے اس جنگ میں کامیابی حاصل کر سکے گی۔ عسکری امور کے ماہر جیمی سیڈل نے یہ بھی لکھا کہ ایرک پرنس نے تسلیم کیا ہے کہ امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس بلیک واٹر پر ہمیشہ اعتراض کرتے تھے۔ وہ افغان جنگ میں بلیک واٹر کی شمولیت کے شدید مخالف تھے۔ جیمز میٹس نے سینیٹرز کی ایک میٹنگ اور وزارت دفاع پینٹاگون میں کہا تھا کہ افغان جنگ بلیک واٹر کے سپرد کرنا ایک غلط اقدام ہے۔ یہ امریکا کی سکیورٹی ایجنسیز اور فوج کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ پینٹاگون میں منعقد متعدد میٹنگز میں جیمز میٹس نے امریکی حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کے سامنے بھی اپنے موقف کا اظہار کر کے بلیک واٹر کی مخالفت کی تھی کہ امریکی عوام نے فوج پر اعتماد کیا ہے۔ ہمیں چاہیے اس اعتماد کی لاج رکھیں۔ فوج کے بجائے ایک پرائیویٹ کمپنی کو جنگی ٹھیکہ دینا کسی صورت قبول نہیں۔ گاؤں کے ایک بدقماش شخص کو علاقے کا سربراہ نہیں بنایا جاسکتا۔

امریکا کے عسکری جریدے ملٹری ٹائمز نے بھی اپنی رپورٹ میں کہا کہ بلیک واٹر کا یہ اعلان کہ 'ہم آرہے ہیں' ریکوائل جریدے میں اس دن شائع ہوا، جب ٹرمپ نے شام سے اپنی فوج واپس بلانے کا اعلان کیا۔ کیا یہ محض اتفاق تھا یا پہلے سے طے شدہ منصوبہ۔ تمام سیاسی تجزیہ کار اس بات حیرت زدہ ہیں کہ ان شواہد کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے ٹرمپ افغان جنگ کے خاتمے کے بجائے یہ بلیک واٹر کو دے کر اسے طویل کرنا چاہتے ہیں۔

امریکی میڈیا کے مطابق گزشتہ سال اگست میں بھی ایرک پرنس نے صدر ٹرمپ کو متعدد خطوط لکھے، جن میں افغان جنگ میں امریکا کی ناکامی سمیت ماضی میں دوسری قوتوں کی ناکامی کے بارے بھی خبردار کیا۔ ایرک پرنس نے امریکا کی سکیورٹی ایجنسی کے مشیر جان بولٹن اور وزیر دفاع جیمز میٹس کو بھی خطوط لکھے اور ان سے افغان جنگ بلیک واٹر کو دینے کی سفارش کی تھی۔ ان دونوں اعلیٰ عہدے داروں نے ان کی سفارشات مسترد کر دی تھیں۔

اب ایرک پرنس نے بہترین منصوبہ بندی کے تحت امریکا کے بڑے اداروں میں اپنے حامی پیدا کر لیے ہیں۔ یہی وجہ ہے بڑی آسانی سے ٹرمپ نے ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ بلیک واٹر کے ساتھ ہونے والے معاہدے کے مطابق 25 ہزار امریکی فوجیوں کی جگہ بلیک واٹر کے 8 سے 10 ہزار سفاک اور وحشی قاتلوں کو تعینات کیا جائے گا۔ بلیک واٹر کو جنگی آلات سٹیفن فین برگ ڈیکارب نامی اسلحہ ساز کمپنی فراہم کرے گی۔ جس میں جدید طیاروں سے لے کر سیٹلائٹ سیارے بھی شامل ہیں۔ معاہدے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ایرک پرنس بھی بلیک واٹر کی کمان کے لیے افغانستان میں موجود رہیں گے۔

اگر افغانستان میں امریکی جارحیت کی تاریخ کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ بالا تمام فیصلے حتمی نہیں ہیں۔ امریکا بہت جلد ان معاہدوں کو مسترد کر سکتا ہے۔ اگر مغربی میڈیا سمیت امریکی میڈیا کی یہ خبر حقائق پر مبنی ہو تو بھی یہ یقینی بات نہیں کہ امریکا اپنے فیصلے پر دیر تک قائم رہ سکے۔ یہ بھی ممکن ہے یہ محض پروپیگنڈا ہو، جسے امارت اسلامیہ کے موقف میں نرمی لانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو۔ اگر امریکا کا یہ فیصلہ ہے اور اس پر عمل درآمد ہو بھی جائے تو یہ امریکا کا ایک ناکام فیصلہ ثابت ہوگا۔

افغان عوام کے لیے ایک بری خبر ہوگی۔ کیوں کہ جنگ مزید شدت اختیار کرے گی۔ امریکا کو چاہیے وہ ہوش کے ناخن لے۔ ایک لاکھ نیٹو فورسز اور تین لاکھ کے قریب افغان کٹھ پتلی فورسز جنگ میں کامیاب نہیں ہو سکے تو یہ چند ہزار قاتلوں کا گروہ کیسے طالبان کے سامنے ٹھہر سکے گا۔

ان کا خیال ہے وحشت اور سربریت کی نئی لہر کے بعد افغان عوام ان کے سامنے جھک جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ یہاں سے امریکا کی شکست کی ایک شاندار تاریخ رقم ہوگی۔ ان شاءاللہ تعالی

عطاء اللہ مبارز

اسلامی نکتہ نظر سے جہاد کی اہمیت و حکم

اسلام ایک قدرتی اور عالمی مذہب ہے۔ ہر دور میں انسانی زندگی کے لیے ہر شعبہ زندگی کے لیے مکمل اور قابل عمل احکام اور تجاویز دیتا ہے۔ اسلام ایک فطری دین کے لحاظ سے ہر سمجھ دار اور دانش ور کے لیے بہترین انتخاب ہے۔ اسی وجہ سے اسلام کسی کو زبردستی مسلمان کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ'(البقرۃ:256)

دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

یہ ایک عام اور قطعی نص ہے۔ اسلامی قوانین اور ہدایات بہت واضح اور ہر دور میں قابل عمل ہیں تو پھر زور اور طاقت کی ضرورت کیا ہے؟ یہی مشہور مفسرین امام رازی، ابن کثیر، طبری اور جصاص رحمہم اللہ کی رائے بھی ہے۔ اسلام دشمن قوتوں نے کافی عرصے سے فکری اور نفسیاتی جنگ کے ذریعے جہاد کو ہدف بنایا ہے۔ وہ اس طریقے سے اسلام کی ترقی کا راستہ روکنا چاہتے ہیں۔ وہ مستشرقین اور میڈیا کے ذریعے ایسے گمراہ کن نظریات کی ترویج کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے صرف اقتصادی مفادات اور اپنی سلطنت کا دائرہ بڑھانے کے لیے جہاد کیا تھا۔ (نعوذباللہ)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں جہاد صرف اس فطری اور عالمی دین کی دعوت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے اور انسانیت کے روشن مستقبل کے لیے کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے عالم اسلام کے معروف مذہبی اسکالر ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العلاقات الدولیۃ میں لکھا ہے:

'مسلمان اپنی جنگوں میں اپنی اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی دعوت کے خلاف حائل رکاوٹوں کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام دیگر اقوام کے استحصال اور استعماری نظام کی تائید نہیں کرتا۔ اسلام ایسے تمام نظاموں سے انکار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے تاریخ میں کبھی بھی اسلام نے استعماری عزائم نہیں اختیار کیے۔'

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی رحمہ اللہ نے اس کتاب کے مقدمہ میں جہاد کی اہمیت بارے لکھا ہے:

'اگرچہ موجودہ انسانی معاشرے میں مثالی اصولوں پر عمل درآمد کا دعوی کیا جاتا ہے اور لوگوں کو انسانیت اور انسان دوستی کے اصولوں کی بنیاد پر تمام معاملات کو آگے لے جانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ ان اصولوں کی نگرانی اور سرپرستی اقوام متحدہ کی ذمہ داری ہے۔ اس کے پیچھے مختلف قسم کے خطرناک ہتھیار، مضبوط فوج اور ایک لمحے میں تمام انسانیت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے ایٹم بم اور جوہری ہتھیار تیار رکھے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن پاک نے مسلمانوں کو مادی اور روحانی قوت کی تیاری پر زور دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو اسلام کی بلند چوٹی قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں بھی بات منوانے کا یہی معیار ہے۔ زمینی حقائق بھی یہی کہتے ہیں۔'

ہم اس مختصر مضمون میں جہاد بارے غلط فہمیاں دور کرنا چاہتے ہیں۔

جہاد کا مطلب:

لغت میں جہاد دشمن کے مقابلے میں اپنی توانائی اور طاقت کے استعمال کو کہا جاتا ہے۔ علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے اس کا شرعی معنی یہ کیا ہے:

'سچے اور حق دین کی طرف مدعو کرنا اور جو قبول نہ کرے، اس کے ساتھ لڑنا جہاد ہے۔' الدر المختار (26/4)

جہاد کی فضیلت:

قرآن کریم اور احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے بہت فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

'اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ' (الصف:4)

بے شک اللہ ان کو پسند کرتا ہے، جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

ایک اور ارشاد ہے:

'لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا' (النساء: 95)

کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں، جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں۔ اللہ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا بیٹھنے والوں پر درجہ بڑھا دیا ہے۔ اگرچہ ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن أبي هريرة قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الأعمال أفضل؟ قال: إيمان بالله قال: ثم ماذا؟ قال: الجهاد في سبيل الله قال: ثم ماذا؟ قال: حج مبرور. (صحيح مسلم. بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال۔ رقم الحديث: 118)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: حج مقبول۔'

اس حدیث میں ایمان کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کو عظیم عمل قرار دیا گیا ہے۔

جہاد کی تقسیم اور حکم:

فقہائے کرام نے قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ کی روشنی میں جہاد کی دو اقسام بیان کی ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ۔ ان میں سے ہر ایک قسم کے علیحدہ احکام ہیں۔

➢ فرضِ عین جہاد کی وجوہات:

جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے مطابق درج ذیل معاملات میں جہاد فرضِ عین ہوتا ہے:

- جب میدان جنگ میں مسلمان فوج کافروں کا سامنا کرے تو اس وقت اسلامی فوج میں موجود مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ' (الانفال:45)

مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور خدا کو بہت یاد کرو، تاکہ مراد حاصل کرو۔

- جب کفار مسلمانوں کے کسی علاقے پر حملہ کریں یا حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کریں اور مسلمانوں کے امیر جہاد کا اعلان کریں تو اس علاقے کے تمام لوگوں؛ مرد، خواتین اور بچے سب پر لازم ہے کہ وہ اپنے علاقے کے دفاع کے لیے جہاد کریں۔ یہ جہاد فرض عین ہے۔ اگر اس علاقے کے مسلمان دفاع نہیں کر سکتے تھے تو پڑوسی علاقے کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ (الفتاوى الهندية كتاب السير الباب الاول)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ' (التوبہ:38)

مومنو! تمہیں کیا ہوا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے خدا کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب سے) زمین پر گرے جاتے ہو۔ (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔

افغانستان، فلسطین اور دیگر مسلم ممالک پر کافروں کی جارحیت کی وجہ سے مذکورہ اصولوں کے تناظر میں مسلمانوں پر اپنے ملک کا دفاع فرض عین ہے۔

➢ اس کے علاوہ عام حالات میں اعلائے کلمۃ اللہ اور مسلمانوں کی عظمت اور شان کو محفوظ رکھنے کے لیے جہاد فرض کفایہ ہے، جس میں کچھ لوگ اس فرض کو ادا کرنے میں مصروف ہوں گے تو تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ادا ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں نے اجتماعی طور پر جہاد کا فریضہ چھوڑ دیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔

(شرح السير الكبير/باب الجهاد مايسع منه ومالايسع)

ڈاکٹر نعمت اللہ

قطر مذاکرات اور چند حقائق

امریکی خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد اور طالبان کے درمیان قطر میں امن مذاکرات کا چھوتا دور مکمل ہوا۔ چھ روزہ مذاکرات میں عام تاثر یہ تھا کہ مذاکرات کے بعد فریقین مشترکہ اعلامیہ جاری کریں گے۔ مذاکرات خلاف توقع اعلامیے کے بغیر ختم ہوگئے۔ اسی وجہ سے میڈیا پر مبہم خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ کچھ لوگ امریکا کا پلڑا بھاری سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ طالبان کو کامیاب قرار دیتے ہیں۔ تاہم مصدقہ ذرائع سے پتہ چلتا ہے کہ معاہدے کیے گئے ہیں۔ ان کو دنیا کے سامنے پیش کرنے سے امریکا نے نامعلوم وجوہات کی بنیاد پر انکار کر دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے ان معاہدوں کا اعلان کب کیا جائے گا، یہ مستقبل قریب میں واضح ہو جائے گا۔ فریقین کے سامنے جو چیلنجز موجود ہیں، ذیل میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

قابل اعتماد طالبان ذرائع کے مطابق طالبان کی جانب سے پیش کیے گئے ایجنڈے پر فریقین نے مذاکرات کیے، جن میں دو معاملات شامل تھے۔ امریکی فوج کا مکمل انخلا اور افغان سرزمین سے امریکا سمیت دنیا کو خطرہ لاحق نہ ہونا۔ طالبان ذرائع کا کہنا ہے ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی ان خبروں میں کوئی صداقت نہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ امریکی فوج کا انخلا 18 مہینوں میں مکمل کیا جائے گا۔ جب کہ طالبان جنگ بندی کا اعلان کریں گے۔ کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات کریں گے۔ یہ سب من گھڑت اور بے بنیاد باتیں ہیں۔ ذرائع کے مطابق امریکا نے تمام غیر ملکی فوج کی واپسی پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ البتہ شیڈول پر اختلاف ہے۔ باوثوق ذرائع کے مطابق طالبان نے تین سے پانچ ماہ کا وقت مقرر کیا ہے۔ اس بات پر بھی اتفاق ہوا ہے کہ امریکا اور طالبان رہنماؤں پر مشتمل ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی جائے گی، جو امریکی فوج کے انخلا کا طریقہ کار اور میکانزم تیار کرے گی۔ امریکی فوج کی واپسی کے بدلے طالبان ایک ایسے معاہدے پر دستخط کریں گے کہ مستقبل میں افغانستان سے امریکا سمیت دنیا کے کسی ملک کے لیے خطرہ نہیں ہوگا۔

طالبان ذرائع کا کہنا ہے مشترکہ اعلامیہ جاری کرنے کے مقابلے میں امریکی نمائندوں نے تجویز پیش کی کہ اس اعلامیے میں یہ نکتہ بھی شامل کیا جائے گا کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات کیے جائیں۔ طالبان نے اسے ماننے سے انکار کیا ہے۔ خلیل زاد نے کہا ہے اگر ہم یہ نکتہ شامل کیے بغیر مشترکہ اعلامیہ جاری کریں تو افغان حکومت پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔ یہ امریکا کے لیے کسی کامیابی کے بغیر صرف ایک معاہدہ تصور ہوگا۔ لہٰذا آپ مشترکہ اعلامیے کے مطالبے سے دستبردار ہو جائیں۔ اس میں یہ نکتہ بھی شامل کیا جائے۔ طالبان ذرائع کا کہنا کہ اس بات پر اتفاق کیا گیا ہے کہ خلیل زاد اپنے مطالبے (افغان حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے) سے دستبردار ہوئے اور طالبان مشترکہ اعلامیہ جاری کرنے کے مطالبے سے دستبردار ہوئے۔ مطلب یہ کہ فریقین نے آپس میں جو معاہدہ کیا ہے، وہ اس پر قائم ہیں۔ معاہدہ بھی اپنے حال پر برقرار ہے۔ صرف اس کو جاری کرنا موخر کیا گیا

ہے۔ طالبان کے ایک اور ذریعے نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔ معمولی ترمیم کے ساتھ معاہدے کا مسودہ بھی مشترکہ کمیٹی تیار کرے گی۔ امکان ہے کچھ ممالک بھی بطور ضمانت اس معاہدے پر دستخط کریں۔

دوسری جانب امریکی وزیر خارجہ مائک پمپیز نے کہا کہ امریکا اپنی فوج کی واپسی کے لیے سنجیدہ ہے۔ طالبان کے ساتھ مذاکرات میں پیش رفت ہوئی ہے۔ خلیل زاد نے بھی یک ٹی وی چینل کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے واضح کہا کہ امن مذاکرات اور امریکی فوج کی واپسی امریکا کی اولین ترجیح ہے۔ اس موضوع کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر طالبان اور امریکا کے درمیان واقعی کوئی معاہدہ ہوا ہے تو بلاشبہ یہ فریقین کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ تاہم بعض تجزیہ کاروں کے نزدیک یہ معاہدہ کافی نہیں ہے۔ کیوں کہ فی الحال دونوں فریق ایک طویل خونی جنگ میں مصروف ہیں۔ اس جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یہ معاہدہ اہم پیش رفت ہو گی۔ تاہم اس امر کی وضاحت کی ضروری ہے کہ امریکا مستقبل میں طالبان کی حکومت تسلیم کرے گا۔ کیا وہ سیاسی اور اقتصادی پابندیاں عائد کرے گا؟

یہ امر بہت واضح ہے کہ امریکا مستقبل کے لیے افغان سرزمین سے امن کی ضمانت طالبان سے لینا چاہتا ہے۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ امریکا نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مستقبل کے حکمران طالبان ہیں۔ اگر طالبان حکمران نہیں ہوں گے تو پھر ان سے ضمانت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں کہ معاہدے ملکوں اور حکومتوں کے درمیان ہوتے ہیں نہ کہ ایک حکومت اور ایک تنظیم کے درمیان۔ فی الوقت افغانستان میں امریکا کی اتحادی حکومت برسر اقتدار ہے۔ اس کے ساتھ امریکا نے سکیورٹی معاہدہ بھی کیا ہے۔ جب طالبان کے ساتھ معاہدے کی روشنی میں امریکا اپنی فوج کے انخلا کا عمل شروع کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ امریکا نے اشرف غنی کے ساتھ سکیورٹی کے نام پر 2024 تک امریکی فوج کو افغانستان میں برقرار رکھنے کا جو معاہدہ کیا ہے، اس کو توڑ دیا۔ یہ واضح طور پر طالبان کو مستقبل کا حکمران تسلیم کرنے کا اعلان ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ مذاکراتی عمل سے طالبان نے دو فائدے اٹھائے ہیں۔ پہلا یہ کہ امریکا اور دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ افغانستان میں ان کے علاوہ مضبوط سیاسی اور فوجی قوت کوئی نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ طالبان پر کسی ہمسایہ ملک کا اثر نہیں ہے۔ وہ اپنے فیصلے خود کرتے ہیں۔ ان پر کوئی طاقت اثر انداز نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ آزاد اور خود مختار ہیں۔ امریکا نے بھی یہ فائدہ اٹھایا کہ اس کو اصل فریق معلوم ہوا اور افغان جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے باعزت واپسی کا راستہ مل گیا۔ طالبان نے اسلام اور ملک کے ساتھ وفاداری نبھاتے ہوئے اپنا وعدہ پورا کیا۔ مصلحت کا شکار ہوئے اور نہ ہی اسلام اور ملک کے مفاد پر کوئی سمجھوتہ کیا۔ ہر قسم کی قربانیاں دیں۔ اپنے اسلاف کی تاریخ رقم کرتے ہوئے انگریز سامراج اور سوویت یونین کی طرح امریکا کو عبرت ناک شکست دے کر اجداد کی تاریخ دہرائی۔ یہ ثابت کیا کہ افغان عوام آج بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ غیر ملکی مداخلت اور جارحیت کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ اپنے آباو اجداد کی طرح حملہ آوروں کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ امید ہے ملک جلد آزاد اور اسلامی نظام نافذ ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالی تمام شہداء کے درجات بلند اور ان کی بے مثال قربانیاں قبول فرمائے۔

سیف العادل احرار

طالبان کی فوجی اور سیاسی کامیابیاں

2018 میں دشمن کو فوجی اور سفارتی محاذ پر واضح شکست ہوئی ہے۔ ٹرمپ نے اگست 2017 میں افغانستان کے لیے تشدد پر مبنی نئی پالیسی کا اعلان کیا۔ 2018 میں اس پالیسی پر عمل درآمد کے لیے افغانستان میں جنرل نکلسن کو ٹاسک دیا، جنہوں نے طالبان پر فوجی، سیاسی اور سماجی دباؤ بڑھانے کے لیے وحشیانہ فضائی حملوں اور رات کے چھاپوں میں کئی گنا اضافہ کیا۔ مذہبی دباؤ لانے کے لیے کابل، انڈونیشیا اور سعودی عرب میں علما کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ یہ تاثر دیا کہ پوری اسلامی دنیا کے علما نے افغانستان میں قابض امریکی اور نیٹو فوج کے خلاف امارت اسلامیہ کی مزاحمت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لہذا افغان حکومت ایک اسلامی اور قانونی حکومت ہے۔ قابض امریکی فوج کی موجودگی بھی اسلامی نکتہ نظر سے جائز اور ان کے خلاف جہاد ناجائز ہے۔ ظاہر ہے جس طرح نکلسن کی کوششوں سے برائے نام علما کانفرنسوں کا انعقاد ہوا، ان میں امریکی فوج کے مظالم اور بلاجواز موجودگی بارے کوئی فتویٰ جاری ہوا اور نہ ہی مجاہدین کی مزاحمت کو ناجائز قرار دینے کے لیے قرآن اور احادیث کے حوالے دیے گئے۔ ان کانفرنسوں میں چند سرکاری علما کے علاوہ باقی عام لوگ تھے۔ وہ شریعت کی ابجد سے بھی واقف نہیں تھے۔ جنرل نکلسن نے ہلمند سے چند نوجوانوں کے پیدل مارچ کا اہتمام کیا۔ انہوں نے امریکی فوج سے وحشیانہ بمباری اور چھاپے بند کرنے کے بجائے طالبان سے جنگ بندی کا مطالبہ کیا۔ جس طرح امریکی فوج کا تشدد کارآمد ثابت نہیں ہوا، اسی طرح علما کانفرنسز اور پیدل امن مارچ کے اوچھے ہتھکنڈے بھی ناکام رہے۔

امریکی فوج نے گزشتہ سال مظلوم اور نہتے شہریوں پر 6 ہزار سے زائد بم برسائے۔ ان کے نتیجے میں ہزاروں افغان شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ مادر بم کا استعمال کیا گیا۔ رات کے چھاپوں میں معصوم بچوں اور خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ مجاہدین نے دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اپنے زیر کنٹرول علاقوں کا بھرپور دفاع کیا۔ جارحانہ کارروائیوں کی بدولت دو صوبوں، درجنوں اضلاع، سیکڑوں فوجی اڈے اور چوکیاں بھی فتح کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ امارت اسلامیہ نے 2018 کے دوران فتوحات، قابض اور اجرتی فوج کی ہلاکتوں، فوجی وسائل تباہ کرنے اور دشمن کے مظالم کے نتیجے میں عام شہریوں کی شہادت اور املاک کے نقصانات پر مشتمل رپورٹ شائع کی ہے، جس کی مختصر تفصیل پیش خدمت ہے:

مجاہدین نے 2018 میں 31 فدائی حملوں سمیت دشمن کے خلاف 10638 کارروائیاں کیں۔ ان کے نتیجے میں 249 قابض فوجی ہلاک اور 153 زخمی ہوئے۔ جب کہ افغان اجرتی فوج کی ہلاکتوں کی شرح نہایت بلند ہوئی۔ 22594 اہل کار ہلاک اور 14063 اہل کار زخمی ہوئے۔ علاوہ ازیں چند بڑے مجرم قندھار کے پولیس چیف عبدالرازق، ہلمند کے جنرل عبدالجبار قہرمان، پکتیا کے ظالم کمانڈر عزیزاللہ کاروان، فراہ کی صوبائی کونسل کے سربراہ فرید بختور اور جنرل مومن حسن خیل سمیت 514 کمانڈرز ہلاک ہوئے۔ جانی نقصان کے علاوہ دشمن کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ مجاہدین کے حملوں میں دشمن کے 3613 ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ اسی طرح مجاہدین نے 26 طیارے اور ہیلی کاپٹر بھی گرائے۔ جن میں 8 جاسوس طیارے، 17 ہیلی کاپٹر اور ایک کارگو طیارہ شامل ہے۔ امارت

اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں سے گزشتہ سال دشمن کی صف سے 8010 اہل کار سرنڈر ہوئے۔ جب کہ 1155 عسکری وسائل غنیمت میں حاصل کیے۔ گزشتہ سال اشرف غنی نے بھی اعتراف کیا کہ ان کے چار سالہ دور حکومت میں 30 ہزار کے قریب اہل کار طالبان کے حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ زخمی اور سرنڈر ہوئے۔

سال 2018 میں 61 اضلاع امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول رہے۔ جب کہ غیور مجاہدین نے دو اہم صوبوں فراہ اور غزنی فتح کرنے کے علاوہ ملک بھر میں 29 اضلاع پر امن اور اسلام کا سفید پرچم لہرادیا۔ جن میں صوبہ فراہ کے پرچمن، انار درہ، شیب کوہ، غزنی کے خواجہ عمری، جغتو، دہ یک، آب بند، مالستان، اندڑ، قندوز کے ضلع قلعہ زال، بدخشان کے کوہستان، بغلان کے تالاو برفک، فاریاب کے بل چراغ، لولاش، بادغیس کے درہ بوم، اروزگان کے چنارتو، چورہ، تخار کے دشتی قلعہ، خواجہ غار، زابل کے اتغر، پکتیا کے لجہ منگل، جانی خیل، دایکندی کے اجرستان، بلخ کے چاہی، میدان وردگ کے جلگہ، سید آباد، جوزجان کے خم آب، سرپل کے بل خاب اور پکتیکا کا ضلع خوشاند شامل ہے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں چوکیاں بھی فتح ہوئیں۔ بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود بھی غنیمت میں ملا۔

ٹرمپ کی نئی پالیسی کے تحت دشمن نے نہتے شہریوں پر ظلم میں اضافہ کرتے ہوئے 606 کے مکانات، 495 دکانیں، 15 اسکول اور مدارس، 85 مساجد، 398 موٹر سائیکلیں، 58 چھوٹی اور 8 بڑی گاڑیاں، 4210 درخت، 7 مارکیٹس، 3 کشتیاں تباہ کردیں۔ امارت اسلامیہ کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال دشمن کی جانب سے فضائی حملوں، رات کے چھاپوں اور گولہ باری کے 865 واقعات رونما ہوئے۔ جو شہری ہلاکتوں کا 63 فیصد حصہ بنتے ہے۔ دشمن کی کارروائیوں میں 2029 شہری شہید ہوئے۔ ان میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ جب کہ 1676 شہری زخمی ہوئے۔ دشمن کی کارروائیوں میں سانحہ قندوز کا دل خراش واقعہ رونما ہوا۔ اس نے پوری امت کو ہلا کر رکھ دیا۔ علاوہ ازیں ننگرہار، پکتیا، ہلمند، قندوز، اروزگان، کنڑ، میدان وردگ، فراہ اور لوگر سمیت دیگر صوبوں میں قیامت برپا کرتے ہوئے انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے۔ اس کے باوجود دشمن کی پالیسی ناکام رہی۔ امریکی فوج کے سفاک کمانڈر جنرل نکلسن کو ٹرمپ نے سبک دوش کر کے ان کی جگہ جنرل اسکاٹ میلر کو تعینات کردیا۔

گزشتہ سال سفارتی لحاظ سے بھی مجاہدین نے کامیابی حاصل کی۔ ملا برادر اخند کی رہائی، گوانتاناموبے کے سابق قیدیوں ملا فاضل آخند اور دیگر چار رہنماؤں کا قطر کے سیاسی دفتر میں تقرر، ماسکو کانفرنس میں امارت اسلامیہ کے وفد کی شرکت، مغرور امریکا کے خصوصی ایلچی زلمے خلیل زاد کے ساتھ قطر اور ابوظہبی میں ملاقاتیں اور مجموعی طور امریکا کو امارت اسلامیہ کے ساتھ جنگ کے بجائے امن مذاکرات شروع کرنے پر مجبور ہونا سیاسی اور سفارتی لحاظ سے اہم کامیابیاں ہیں۔ گزشتہ سال اہم امریکی حکام اور فوجی کمانڈروں نے اعتراف کیا کہ وہ طالبان کو شکست نہیں دے سکتے۔ روس نے بھی اعلان کیا کہ طالبان افغانستان کی مضبوط فوجی اور سیاسی قوت ہیں۔ امریکا افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے۔ اب مختلف ممالک نے طالبان کے ساتھ رابطے شروع کردیے ہیں۔ ہمیں امید ہے 2019 امارت اسلامیہ کے لیے فیصلہ کن ہوگا۔ گزشتہ سال عظیم فتوحات حاصل کرنے پر امارت اسلامیہ کی قیادت مبارک باد کی مستحق ہے۔ ٹرمپ کی جانب سے سات ہزار امریکی فوجیوں کی واپسی کا اعلان کامیابی کی جانب پہلا قدم ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی مدد، افغان عوام کی حمایت اور مجاہدین کی لازوال قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ہمیں یقین ہے حق غالب ہو کر رہے گا۔ باطل کو ضرور شکست ہوگی۔ ان شاءاللہ تعالی

ڈاکٹر عمر منصور

مذاکرات قرآن وحدیث کی روشنی میں

دنیا کی تاریخ میں ہر جنگ کی ابتدا نظریات، مذہب، غلط فہمی اور تکبر و عناد سے ہوتی ہے۔ البتہ کبھی کبھار جنگ کا اختتام مذاکرات کی میز پر ہوتا ہے۔ افغانستان پر امریکی حملہ صلیبی جنگوں کا آغاز تھا، وہیں نظریات کا ٹکراؤ، تکبر و عناد کا نشہ اور اپنے مادی وسائل پر ناز تھا۔ فرعونیت کے نشے میں چُور جنگی جنون میں بدمست امریکی ہاتھی نے حملہ کر کے لوہے اور میزائلوں کی بارش برسائی۔ وہ اپنے پیش رو فرعون کی طرح یہ خیال کر بیٹھا کہ میں نے سب کو ہرا دیا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو کہا:

'یاھامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب. اسباب السموات فاطلع الی الہ موسیٰ وانی لاظنہ کاذبا.'

اے ہامان! میرے لیے ایک بڑی عمارت تعمیر کر۔ تاکہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے معبود کو جھانک لوں۔ کیوں کہ میں اسے خرافات سمجھ رہا ہوں۔

جس طرح فرعون کا انجام ہوا، وہی امریکا کا ہونے جا رہا ہے۔ تاہم امارت اسلامیہ کی وقت نظری اور دور رس نگاہوں نے قرآنی اسلوبِ جنگ کو مدِ نظر رکھ کر مذاکرات کے میز پر نیابت رسول کا حق ادا کیا۔ دنیا پر یہ بات ثابت کیا کہ حق اور اہل حق نہ تو جھکتے ہیں اور نہ ہی بکتے ہیں۔ ہر لحہ ان کی عقابی نظر معاملے کی تہہ تک جھانکتی ہے۔ مذاکرات کا قرآنی منہج مسلمانوں کو شریعت کے دائرے میں رہ کر نہ صرف اجازت دیتا ہے، بلکہ اس کے لیے قرآن مجید نے اصول بھی وضع کیے ہیں۔ ان پر عمل درآمد کا حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

➢ وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿سورۃ الانفال:61﴾

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہی سننے اور جاننے والا ہے۔

مخلص مسلمانوں کے دلوں میں اکثر یہ اعتراض ابھرتا ہے کہ کفر نے مذاکرات کی آڑ میں ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے میں کامیابی حاصل کی ہے تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

➢ وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴿سورۃ الانفال:62﴾

اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے جس نے تمہیں اپنی مدد اور مسلمانوں کا زور فراہم کیا۔

مذاکرات کا بنیادی مقصد جنگ بندی کر کے نفاذِ اسلام اور عدل سے مخلوق خدا کو نفع پہنچانا ہے۔ جس کے لیے ہمہ تن یکسوئی اور فراغ البالی لازمی ہے۔ اس لیے صلح اور مذاکرات سے انکار باہمی تفرقہ کا سبب بن سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تقویت دے کر کفر کو شکست سے دوچار کر دیا اور اب مذاکرات سے مسائل حل ہو سکتے ہیں تو انکار کرنا درحقیقت منافرت پھیلانے کے مترادف ہے۔ جب طویل جنگوں کے بعد اللہ تعالیٰ غیبی اسباب سے اتفاق کی فضا ہموار کر دے تو عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اب مذاکرات ہونے چاہییں۔ چناں چہ ان جیسے مواقع بارے ارشاد ربانی ہے: وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿سورۃ الانفال:63﴾

اور ان کے دلوں میں قُرب پیدا کر دیا۔ اگر زمین میں جو کچھ ہے، تم سب خرچ کر دیتے، تب بھی ان کے دلوں کو باہم نہ ملا سکتے۔ اللہ نے ان کے دل ملا دیے۔ بے شک وہی غالب حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کو اپنی قدرتِ کاملہ سے یکجا کر کے ان میں سے بعض قبائل کے درمیان موجود اختلافات کو الفت و محبت سے تبدیل کر دیا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ ورنہ ان جیسے کاموں کے لیے زمین بھر کے مال و دولت خرچ کر کے بھی بغض و عناد کو باہمی اتفاق سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قرآنی نصوص اور زمینی حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شرق و غرب کے مُنصِف مزاج مسلمانوں نے مذاکرات میں وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرنے پر امارت اسلامیہ کو مبارک باد کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ جب کہ دنیا بھر کے کفریہ غارت گروں کو میدانِ جنگ میں شکست دینے والے دینی مدارس کے علما و طلبا نے بھی کفریہ عالمی دہشت گردوں کو سیاست کے میدان میں بھی مات دے دی ہے۔

اے رب! ان مٹھی بھر مسلمانوں کی حفاظت فرما۔ ان کے اتفاق اور قرآن فہمی کو دوام واستقامت عطا فرما۔

بہیر افغان

امریکی موجودگی خطے کے لیے خطرہ

میڈیا رپورٹس کے مطابق ابوظہبی نشست میں امریکی محکمہ خارجہ کے خصوصی ایلچی زلمے خلیل زاد اور امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندوں کے درمیان اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ مذاکرات کا آئندہ دور 8-9 جنوری کو قطر میں منعقد کیا جائے گا۔ کہا جاتا ہے امارت اسلامیہ کے نمائندہ وفد اور خلیل زاد کے درمیان اس پر اتفاق بھی ہوا تھا اور ان کی باہمی رضامندی سے مذاکرات کی تاریخ اور مقام کا تعین ہوا تھا۔ البتہ اجلاس سے ایک دن پہلے امریکی وزارت خارجہ کی جانب سے خلیل زاد کے دورے کی بابت جو معلومات شائع کی گئیں۔ ان میں قطر دورے کی تاریخ شامل نہیں تھی۔ جس پر مبصرین نے خدشہ ظاہر کیا کہ امریکا نے اس بار قطر اجلاس منسوخ کر دیا ہے۔

جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا، اسی طرح ہوا۔ خلیل زاد نے مقررہ وقت پر قطر جانے کے بجائے دیگر ممالک کا دورہ شروع کر دیا اور امارت اسلامیہ کے جو رہنما قطر سے باہر تھے اور قطر جانا چاہتے تھے، جان بوجھ کر ان کے لیے رکاوٹیں پیدا کی گئیں اور اُنہیں قطر جانے سے روک دیا گیا۔ ابھی تک امریکا نے دوحا اجلاس ملتوی کرنے کی باضابطہ کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ تاہم امارت اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے بعض ذرائع نے کہا ہے کہ قطر اجلاس امریکی خصوصی ایلچی خلیل زاد کی عدم شرکت کی وجہ سے ملتوی کیا گیا۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندے اجلاس میں شرکت کے لیے موجود تھے، تاکہ وہ امریکی وفد کے ساتھ امریکی فوج کے انخلا کے ایجنڈے پر بات چیت کریں۔ جب کہ امریکی وفد نے وعدے کے مطابق اجلاس میں شرکت نہیں کی، جس سے اعتماد کی فضا کو ٹھیس پہنچی۔

> امارت اسلامیہ نے سترہ برس میں ثابت کیا ہے کہ وہ دباؤ قبول کرے گی اور نہ ہی اصولی موقف پر سمجھوتہ کرے گی۔ جب فوجی محاذ پر دباؤ قبول نہیں کیا تو سیاسی محاذ پر ہرگز دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔ امریکا نے ایک بار پھر غلطی دہراتے ہوئے اسلامی ممالک کی جانب سے امارت اسلامیہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی، لیکن امارت کی قیادت نے دوٹوک اور واضح پیغام دیا کہ وہ اپنے اصولی موقف پر ہرگز سمجھوتہ نہیں کرے گی۔ دباؤ ڈالنے سے بہتر ہے زمینی حقائق کا ادراک کر کے دلائل کی بنیاد پر مذاکرات کیے جائیں۔ ہمسایہ اور اسلامی ممالک کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کے لیے تعاون کریں، جس سے نہ صرف افغانستان میں امن اور استحکام آسکتا ہے، بلکہ خطے اور ہمسایہ ممالک کے امن اور استحکام کے لیے بھی امریکی فوج کا انخلا ضروری ہے۔

سیاسی تجزیہ کاروں نے امریکا کی دوغلی پالیسی پر حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ کیوں کہ انہیں معلوم ہے کہ امریکا کو اپنے مفادات عزیز ہیں۔ جس وقت اور جہاں بھی اس کے مفادات کو زک پہنچتا ہے، تو وہ اپنا رویہ تبدیل کر لیتا ہے۔ وہ کسی وعدے کی پاسداری کے بجائے نئے حربے اور ہتھکنڈے آزماتا ہے۔ ابوظہبی اجلاس میں امریکا نے دیکھا کہ امارت اسلامیہ کے نمائندے اپنے موقف اور جائز حق سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ مضبوط دلائل کی بنیاد پر افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس لیے امریکا نے بحث اور مذاکرات کے لیے اسلامی ممالک کو سامنے لایا اور انہیں ڈھال کے طور پر استعمال کرنا چاہا۔ اسلامی ممالک کی کچھ 'مجبوریوں' سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے امارت اسلامیہ پر دباؤ لانے کی ناکام

کوشش کی گئی۔ گزشتہ سترہ برس کے تجربے نے ثابت کیا ہے کہ اس طرح کے دباؤ اور ہتھکنڈوں کو استعمال کرنے سے موجودہ صورت حال مزید پیچیدہ ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لیے امارت اسلامیہ نے تمام بین الاقوامی قوانین اور قواعد وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ملک اور قوم کی آزادی کا جو مطالبہ کیا ہے، وہ برحق اور جائز ہے۔ امارت اسلامیہ انہی مطالبات کی بنیاد پر 17 برس سے لازوال قربانیاں دے رہی ہے۔ امارت نے ثابت کیا ہے کہ وہ کسی دباؤ کی وجہ سے اپنے موقف سے پیچھے ہٹے گی اور نہ ہی سمجھوتہ کرے گی۔ لہذا دباؤ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آزادی کا مطالبہ افغان قوم کا حق ہے۔ کوئی بھی افغان قوم سے یہ حق چھین نہیں سکتا۔ کسی کو بھی اس حق کی راہ میں رکاوٹ بننے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ نے آزادی کا جو مطالبہ کیا ہے، اس میں کسی ملک کا عمل دخل ہے اور نہ ہی پڑوسی ممالک کی سلامتی کو کوئی خطرہ ہے۔ اسی طرح امارت اسلامیہ نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ملک سے باہر سیاسی جدوجہد کا کوئی ارادہ ہے اور نہ ہی کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا شوق ہے۔ لہذا پڑوسی ممالک کو کس دلیل کی بنیاد پر شوق ہے کہ وہ امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے امارت اسلامیہ کے ساتھ تعلقات خراب کریں؟! لہذا خطے کے ہمسایہ اور اسلامی ممالک کو چاہیے وہ اس حوالے سے اپنی سنجیدہ ذمہ داریاں ادا کریں۔ ان کے لیے ضروری ہے وہ امریکا کی کامیابی کے لیے خود کو ڈھال نہ بنائیں۔ امریکی فوج کی موجودگی کسی ملک اور قوم کے لیے خیر نہیں ہے۔ اس وقت ضروری امر یہ ہے کہ اسلامی ممالک اپنے مفادات اور خطے کی سلامتی کے لیے افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کی حمایت اور تعاون کریں۔ اگر اس وقت بھی احساس نہ کیا گیا اور افغان عوام کی آزادی کی جدوجہد کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی گئی تو امریکی فوج کی موجودگی نہ صرف افغانستان کے لیے نقصان دہ ہوگی، بلکہ خطے اور ہمسایہ ممالک کی خوش حالی اور امن کے لیے بھی خطرات پیدا ہوں گے۔

امارت اسلامیہ نے سترہ برس میں ثابت کیا ہے کہ وہ دباؤ قبول کرے گی اور نہ ہی اصولی موقف پر سمجھوتہ کرے گی۔ جب فوجی محاذ پر دباؤ قبول نہیں کیا تو سیاسی محاذ پر ہرگز دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔ امریکا نے ایک بار پھر غلطی دہراتے ہوئے اسلامی ممالک کی جانب سے امارت اسلامیہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی، لیکن امارت کی قیادت نے دوٹوک اور واضح پیغام دیا کہ وہ اپنے اصولی موقف پر ہرگز سمجھوتہ نہیں کرے گی۔ دباؤ ڈالنے سے بہتر ہے زمینی حقائق کا ادراک کر کے دلائل کی بنیاد پر مذاکرات کیے جائیں۔ ہمسایہ اور اسلامی ممالک کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کے لیے تعاون کریں، جس سے نہ صرف افغانستان میں امن اور استحکام آسکتا ہے، بلکہ خطے اور ہمسایہ ممالک کے امن اور استحکام کے لیے بھی امریکی فوج کا انخلا ضروری ہے۔

امارت اسلامیہ کے غیور مجاہدین نے سترہ برس کے دوران بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جن نوجوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، ان کی قربانیوں کی بدولت امریکا نے اپنی غلطی اور ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اعلان کیا کہ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ٹرمپ نے افغانستان میں امریکی فوج کے اعلی کمانڈر جنرل نکلسن کو اُن کے عہدے سے سُبک دوش کر کے ان کی جگہ جنرل اسکاٹ میلر کو تعینات کیا ہے۔ جنرل میلر نے بھی اعتراف کیا کہ افغان تنازع امن مذاکرات کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ امریکا طاقت کے استعمال کے ذریعے افغان جنگ جیت نہیں سکتا۔

بہتر یہ ہے کہ وہ سنجیدہ مذاکرات اختیار کرے۔ افغانستان میں قیامِ امن اور استحکام کے لیے فوج کے انخلا کے لیے راہ ہموار کرے۔

امریکی انخلا اور مایوس اشرف غنی

ہارون بلخی

جو قوم اللہ تعالی کے دین کی سربلندی اور کفر کے انسداد کے لیے سر بکف ہو جاتی ہے، اللہ اس کی ضرور مدد کرتے ہیں۔ باطل قوتیں اس پُر خلوص اور کفن بردوش قوم کو شکست نہیں دے سکتیں۔ ایسی قوموں ہمیشہ وہ لوگ ہی دھوکہ دے سکتے ہیں، جو انہی کا لبادہ اوڑھے ہوں یا مسلمان نما حاسدوں کے حسد کی وجہ سے انہیں نقصان پہنچا ہو۔ زندہ قومیں بھیک کے بجائے اپنے زورِ بازو پر اعتماد کرتی ہیں۔ جب بھی طاغوتی قوتوں نے اللہ تعالی کی سرزمین پر بغاوت کا علم بلند کیا تو اس بغاوت کے خاتمے کے لیے مجاہدین سر پر کفن باندھ کر میدان میں کود پڑے۔

دسمبر 1979 میں روس افغانستان میں داخل ہوا تو چند ناسمجھ لوگوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ سرخ ریچھ نے جس علاقے میں قدم جما رکھا ہے، وہاں سے اس کی پسپائی ناممکن ہے۔ افغان مجاہدین نے اپنے آباو اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روسی استعمار کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ کمیونسٹ فوج کا دس سال شدید مقابلہ کیا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت اور مجاہدین کی بے دریغ قربانیوں کی برکت سے روس شکست کھا کر ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ روسی شکست کے بعد افغان عوام سکون کا سانس لینے والے تھے کہ اس دوران امریکا بہادر نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ افغانستان ایک بار پھر جنگ کا مسکن بن گیا۔ بہت سے تجزیہ کاروں کا خیال تھا کہ امریکا بہت جلد افغانستان فتح کر لے گا۔ اس بات کا خود امریکا کو بھی اندازہ نہ تھا کہ ٹیکنالوجی سے نہتی قوم اس کے لیے اتنی مشکلات پیدا کر دے گی کہ خود امریکا کو اس جنگ کے اثرات سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ امریکا اس جنگ میں بری طرح سے دھنس چکا ہے۔ اس کی معیشت کا حال بہت ہی برا ہے۔ ہر سال لاکھوں امریکی بے روزگار ہو رہے ہیں۔ امریکی بینک دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ کئی بڑی امریکی کمپنیاں بھی ایسی ہی بحرانی کیفیت کا شکار ہیں۔ وہ اس جنگ سے نکلنا چاہتا ہے۔ کیوں کہ اس جنگ کے اخرجات اس کی پہنچ سے باہر ہو چکے ہیں۔

امریکا کو افغانستان میں سترہ سال ہو گئے ہیں۔ اس نے اس عرصے میں ایک کھرب ڈالر سے زیادہ اخراجات برداشت کیے ہیں۔ جب کہ افغانستان فتح کرنے کے شوق میں امریکی مہیا کردہ اعداد و شمار کے مطابق 2459 امریکی فوجی اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں۔ جب کہ 20792 زخمی ہوئے ہیں۔ طالبان کی جانب سے مہیا کردہ اعداد و شمار اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اگر ہم امریکی اعداد و شمار پر ہی اکتفا کر لیں، پھر بھی یہ اعداد و شمار کسی طور بھی ایک کامیاب مہم کے لیے موزوں نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے اب امریکا جیسے تیسے کر کے افغانستان سے نکلنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں امریکی صدر ٹرمپ نے حقائق کو سمجھتے ہوئے افغان مسئلہ کو حل کرنے کے لیے زلمے خلیل زاد کو ذمہ داری دی ہے۔ زلمے خلیل زاد نے متعدد بار مملکت قطر کے صدر مقام دوحا اور متحدہ عرب امارت کے ابو ظہبی میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں سے براہ راست ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ امارت اسلامیہ کا اصرار ہے کہ تمام امریکی فوج کو افغانستان سے نکلنا چاہیے۔

دوسری جانب کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی مذاکرات میں رخنہ ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں اشرف غنی نے امریکی صدر ٹرمپ کے نام ایک خط بھیجا۔ جس کی تفصیل امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے بھی شائع کی۔ خط میں کہا

گیا کہ اشرف غنی نے امریکی وزارت خارجہ کی نائب ایلز ویلز کے ساتھ ملاقات کے دوران ان کے ہاتھ صدر ٹرمپ کے نام ایک خط بھیجا۔ اس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ امریکی فوج کے انخلا کے فیصلے کو تبدیل کیا جائے۔ اس کی جگہ اخراجات کی کمی کے منصوبے پر عمل کریں۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق عراقی حکام نے امریکی فوج کے انخلا کے فیصلے کو سراہا اور اسے اپنے ملک کے مفاد میں سمجھا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی امریکی انخلا کو اپنی حکومت کے لیے نقصان دِہ سمجھتے ہیں۔ اشرف غنی نے یہ خط امریکی صدر ٹرمپ کے نام ایسے وقت بھیجا ہے، جب افغان مسئلے کے پُرامن حل کے لیے زلمے خلیل زاد امارت اسلامیہ کے نمائندوں کے ساتھ ملاقاتیں کر رہے ہیں۔

صدارتی محل کے ذرائع نے کہا کہ اشرف غنی اور خلیل زاد کی ملاقات خوشگوار نہیں رہی۔ خلیل زاد امریکی فوج کے انخلا پر اصرار، جب کہ اشرف غنی شدید مخالفت کر رہے تھے۔ اشرف غنی نے صلح کے متعلق لویہ جرگہ کے ایک اجلاس میں کہا کہ عالمی اداروں کو کامیاب صلح کا تجربہ نہیں ہے۔ انہوں نے روسی فوج کے انخلا کے بعد ڈاکٹر نجیب اللہ کی حکومت کے سقوط کی طرف اشارہ کیا۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق اشرف غنی اس غم میں ہیں کہ امریکا انہیں آدھے راستے میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ امریکی فوج افغانستان سے ایسی حالت میں نکل رہی ہے کہ اشرف غنی کے پاس اپنی حکومت بچانے کی طاقت نہیں ہے۔ جب نیویارک ٹائمز نے اشرف خط کی تفصیل شائع کی تو اس کے ردعمل میں افغان سیاست دانوں سمیت متعدد شہریوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اشرف غنی کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ سوشل میڈیا میں اشرف غنی کو 'شاہ شجاع، ببرک کارمل' کے القاب سے نوازا گیا۔ سیاسی تجزیہ نگار اور صلح کے داعی جناب انجینئر نظر محمد مطمئن نے اشرف غنی کو اقتدار کا پیاسا کہا۔ انہوں نے کہا کہ 'ایک زمانے میں اشرف غنی کہتے تھے کہ میں چھ ماہ میں امن قائم کروں گا۔ اب اپنے اقتدار کو دس سال تک طول دینا چاہتے ہیں۔' اسی طرح 'معروف' نامی کالم نگار نے اشرف غنی کو اقتدار کا دیوانہ کہا۔ ان کے مطابق اشرف غنی کے ہاں زبان، ملک اور امن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ کابل یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر فیض محمد زلاند نے اشرف غنی کے حامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شاہ شجاع اور ببرک کارمل کو تاریخ نے ایسا شرمناک سبق سکھایا ہے کہ اشرف غنی نے اپنی حرکتوں سے تاریخ کو شرما دیا ہے۔

روزنامہ مسیر کے ایڈیٹر اور کابل یونیورسٹی کے پروفیسر اسد وحیدی نے لکھا کہ 'شاہ شجاع نے خفیہ طور پر اپنی تلوار انگریزوں کے خلاف افغان جنگجوؤں کے پاس بھیجی۔ ان سے کہا کہ میں تو غلام اور قیدی ہوں۔ تم میری اس تلوار سے جہاد کرو! اگر شاہ شجاع اشرف غنی کی ذلیل حرکتوں کا سُن لے تو اسے کتنا غصہ آئے گا۔' انہوں نے مزید لکھا کہ اشرف غنی کا قول و فعل صرف اقتدار کے لیے ہے۔ دریں اثنا اشرف غنی کے سکیورٹی امور کے سابق مشیر حنیف اتمر نے بھی حکومت کے موقف پر تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت عوام کو امید دینے کے بجائے امن عمل کو سبوتاژ کرنے کی کوشش میں ہے۔ واضح رہے حنیف اتمر وہ شخص ہیں، جنہوں نے اس حکومت کے قیام کے اگلے روز امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ اسی طرح افغانستان کے سابق سفیر ملا عبدالسلام ضعیف نے بھی اشرف غنی کے امریکی انخلا کی مخالفت پر تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ امریکا اور طالبان کے درمیان مذاکرات کے سلسلے میں بیرونی فوج کا انخلا ایک مثبت قدم ہے۔ اشرف غنی کو صلح عمل کی حمایت کرنی چاہیے۔

چالیس سالہ جنگ میں لاکھوں افغان شہید، زخمی، اپاہج اور بے گھر ہوئے۔ مسلسل تین نسلوں کے مستقبل تباہ ہوئے۔ امریکی کٹھ پتلی اشرف غنی سترہ سال کی مہم جوئی کے بعد بھی آج امریکا کو ایک اور نئے کھیل کی دعوت دے رہے ہیں۔ اگر اب بھی اشرف غنی یہ سمجھتے ہیں کہ امریکا بہادر انہیں کوئی فائدہ دے سکتا ہے تو معذرت کے ساتھ وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

سیف العادل احرار

فاریاب میں دشمن کی شکست

امارت اسلامیہ نے سترہ برس میں امریکی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا۔ ہزاروں امریکی فوجی ہلاک اور کھربوں ڈالر ضائع ہوگئے۔ 2014 میں صدر اوباما نے افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کا اعلان کیا اور ڈیڑھ لاکھ فوج میں سے 14 ہزار کے علاوہ باقی سب کو واپس بھیج دیا۔ افغانستان کی سکیورٹی ذمہ داری افغان فوج کے ناتواں کندھوں پر ڈال دی۔ 2014 سے 18 تک چار سال میں مجاہدین نے ستر فیصد سے زائد رقبے پر کنٹرول قائم کیا۔ قندوز، فراہ اور غزنی جیسے اہم صوبے فتح کیے۔ ان چار سال میں اشرف غنی کے اعتراف کے مطابق 30 ہزار کے قریب اہل کار ہلاک ہوئے۔ زخمیوں اور سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ مجاہدین کے اعداد و شمار کے مطابق صرف 2018 میں 22 ہزار سے زائد اہل کار ہلاک اور 14 ہزار کے لگ بھگ زخمی ہوئے۔ ٹرمپ نے اگست 2017 میں نئی پالیسی کے بعد افغانستان میں مزید 8 ہزار امریکی فوج بھیجنے، فضائی حملوں اور چھاپوں میں اضافہ کرنے کے لیے امریکی فوج کو مکمل اختیار دیا۔ جس کے بعد 2018 میں امریکی فوج نے 6 ہزار سے زائد بم نہتے شہریوں پر برسائے۔ سیکڑوں بار چھاپے مارے اور فضائی حملے کیے۔ اس پالیسی کے ایک سال مکمل ہونے پر جب دشمن کو کوئی قابل ذکر کامیابی نہیں ملی تو ٹرمپ مجبور ہوئے کہ افغانستان میں امریکی فوج کے اعلی کمانڈر جنرل نکلسن کو سبک دوش کرکے اور ان کی جگہ اسکاٹ میلر کو تعینات کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ افغانستان کا معاملہ طاقت سے نہیں، بات چیت سے حل کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے زلمے خلیل زاد کو ٹاسک دیا کہ وہ طالبان کے ساتھ امن مذاکرات شروع کرکے افغان تنازع چھ ماہ کے اندر حل کریں۔

زلمے خلیل زاد اور امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں کے درمیان قطر اور ابوظہبی میں تین بار ملاقاتیں ہوئیں۔ ادھر ٹرمپ نے افغانستان سے سات ہزار امریکی فوجیوں کی واپسی کا عندیہ دیا تو کابل انتظامیہ کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اشرف غنی نے مذاکرات سبوتاژ کرنے کے لیے دو بدنام چہرے امراللہ صالح اور اسداللہ خالد کو وزیر داخلہ اور وزیر دفاع مقرر کیا۔ یہ تاثر دیا کہ طالبان کے خلاف ملک بھر میں فوجی آپریشن شروع کیا جائے گا۔ ان دونوں کو ٹاسک دیا کہ وہ امن مذاکرات سبوتاژ کرنے کے لیے پرتشدد کارروائیاں تیز کریں۔ اسی سلسلے میں اسداللہ خالد نے سب سے زیادہ شورش زدہ صوبوں کے دورے کا اعلان کیا۔ صوبہ فاریاب کے حکام نے اشرف غنی سے مطالبہ کیا کہ اس صوبے کے ستر فیصد حصے پر طالبان حاکم ہیں۔ کسی بھی وقت وہ صوبائی دارالحکومت پر قبضہ کرسکتے ہیں۔ اگر مرکزی حکومت نے فوری توجہ نہ دی تو کسی بھی وقت طالبان حملہ کرسکتے ہیں۔ جس کا دفاع مشکل ہوگا۔ اشرف غنی کی ہدایت پر اسداللہ خالد نے امریکی فوج کے اعلی کمانڈر اسکاٹ میلر کے ساتھ فاریاب کا دورہ کیا۔ صوبہ بلخ سے سیکڑوں فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں پر مشتمل فوجی دستہ طلب کیا۔ اسداللہ خالد نے فاریاب کے دارالحکومت میمنہ میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اب ہر جگہ طالبان کا تعاقب کریں گے۔ ان کے زیر کنٹرول علاقے دوبارہ واپس لیں گے۔ ان کی روانگی کے بعد فوجی قافلہ واپس بلخ روانہ ہوا تو مجاہدین نے تین مقامات سے اس پر حملہ کر دیا۔ جس میں 87 فوجی گاڑیاں اور ٹینک تباہ اور درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان کی جانب سے جاری خبر کے مطابق صوبہ فریاب کے ضلع دولت آباد کے قلعہ بازار، قلعہ توپ خانہ اور تورتہا کے علاقوں سے گزرنے والے فوجی قافلے پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ جس میں 15 ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ جب کہ 10 اہل کار ہلاک اور 9 زخمی ہوئے۔ اس کے بعد یہ قافلہ ضلع شیرین تگاب کی حدود میں داخل ہوا تو فیض آباد دشت میں دوسری بار مجاہدین نے اس پر حملہ کیا۔ جس میں 40 ٹینک مکمل طور پر اور 30 گاڑیاں جزوی طور پر تباہ ہوئیں۔ جب کہ 20 کمانڈو ہلاک اور 30 زخمی ہوئے۔

وزارت داخلہ کے ترجمان نے اعلان کیا کہ اس کارروائی میں صرف تین گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ جب کہ فاریاب کی صوبائی کونسل کے سربراہ نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ 50 سے زائد فوجی گاڑیاں اور ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک ہوئے ہیں۔ انہوں نے امریکی فوج سے شکوہ کیا کہ فضائیہ کی بروقت مدد فراہم نہ کرنے کی وجہ سے بڑا جانی اور مالی نقصان ہوا۔ امارت اسلامیہ نے تصاویر اور ویڈیو جاری کیں، جن میں واضح مناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔ موسم سرما کی برف باری کے باوجود مجاہدین نے اپنی پیش رفت کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ صرف ایک ہفتے میں مختلف صوبوں میں متعدد فوجی اڈے اور چوکیاں فتح کرکے دو سو سے زائد اہل کاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ صوبہ لوگر میں گورنر کے کاروان پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کیا۔ میدان وردگ میں چند فدائی مجاہدین نے فوجی بیس پر حملہ کیا۔ جس میں درجنوں کمانڈو اور فوجی افسران ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ فراہ، اروزگان، زابل، غزنی، قندوز، بادغیس اور بلخ سمیت متعدد صوبوں میں مجاہدین کی کامیاب کارروائیاں جاری ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے امارت اسلامیہ کو فوجی اور سیاسی دونوں محاذوں پر بڑی کامیابیاں مل رہی ہیں۔

یمن کا انسانی المیہ

حسن مومند

یمن عرب دنیا کا سب سے غریب ملک ہے۔ وہ 7 سال سے داخلی جنگ کا شکار ہے۔ وہ امیر عرب ممالک کے محاصرے اور بمباریوں کا شکار ہے۔ 2011 میں حکومت مخالف حوثیوں کی بغاوت کی وجہ سے یمن میں شروع ہونے والی خانہ جنگی اس ملک کو غربت کی اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ اب لوگ اسے دوسرا ایتھوپیا کہتے ہیں۔ اسلامی دنیا کے قابل قدر مقدس اسلامی مقامات کے حامل ملک کو بڑا بھائی کہا جاتا ہے۔ اس بڑے بھائی نے یمن کے انسانی المیے سے آنکھیں بالکل ہی بند کر رکھی ہیں۔ وہ یمن کے غریب شہریوں پر رحم کرنے کے بجائے امریکا سے اربوں ڈالر کا اسلحہ اور دیگر وسائل خرید کر یمن کے بچوں اور خواتین پر برسا رہا ہے۔

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ملک مظلوم یمنی شہریوں کے درد میں شریک نہیں ہے۔ عالمی اصول، قوانین، اخلاق، انصاف، احساس، انسانوں سے ہمدردی، انسانوں پر رحم اور شفقت کے دعوے کہاں چلے گئے؟ 7 سالہ امل حسین کی تصویر عالمی میڈیا پر شائع ہوئی ہے۔ وہ غذا اور دوا نہ ہونے کی وجہ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہی تھی۔ امل حسین کی تصویر شائع ہونے کے چند روز بعد اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مناسب خوراک اور دوا نہ ملنے کے باعث اس کی موت اس انسانی معاشرے کے لیے بہت بڑا عار ہے، جس کے ہاں زندگی کے وسائل بنیادی ضروریات سے زیادہ عیاشیوں پر خرچ ہوتے ہیں۔ امل حسین کی موت کی خبر شائع ہونے کے بعد اس فوٹو گرافر کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا، جس نے امل کی تصویر شائع کی۔ سب نے یہی اعتراض کیا کہ فوٹو گرافر نے امل حسین کی مدد کیوں نہیں کی۔ فوٹو گرافر کا جواب انتہائی دردناک ہے۔ اس نے کہا کہ ہم اپنے محدود وسائل میں لوگوں کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ ایک صحافی، ایک خبر نگار اور فوٹو گرافر یمن میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ کس کس امل کی مدد کرے؟ یہاں تو امل کے جیسے لاکھوں بچے دوا اور غذا کی قلت کے باعث زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔

> ضرورت اس بات کی ہے کہ سعودیہ اپنی خارجہ پالیسی پر غور کرے۔ سعودیہ کو چاہیے بلا استثناء تمام مسلم ممالک کے ساتھ روابط قائم کرے۔ امن کا راستہ اختیار کرے۔ مستقبل میں ان تمام اقدامات سے دور رہے، جن کے نتیجے میں جنگ چھڑنے کے حالات پیدا ہوں۔

فوٹو گرافر کے اس جواب میں پورے انسانی معاشرے کے لیے اجتماعی طور پر اور مسلم دنیا کے لیے خصوصی طور پر بہت بڑا چیلنج ہے۔ انسانی معاشرے میں احساس ہے تو ایک فوٹو گرافر پر تنقید کے بجائے لاکھوں بچوں سے تعاون کے لیے خود میدان میں کیوں نہیں آتے؟ تعاون سے بڑھ کر اہم ترین ذمہ داری عالمی دنیا کی یہ ہے کہ یمن کے بے گناہ مظلوم انسانوں پر مسلط وحشت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ حوثیوں کی وحشت پوری دنیا جانتی ہے۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ بیرونی اشاروں پر حکومت کے خلاف 2011 میں ہونے والی بغاوت ان تمام مسائل کی جڑ ہے۔ امریکی فیکٹریوں میں بننے والے بڑے بم جب سعودی عرب اور اس کے اتحادیوں کی جانب سے یمن پر گرائے جاتے ہیں تو حوثی ملیشیا کو اس کا اتنا نقصان نہیں ہوتا، جتنا عام شہریوں کو ہوتا ہے۔

سعودی عرب نے جنگ بندی کے لیے بھی کوئی قابل ذکر اقدام نہیں کیا۔ یہ جنگ مغرب کے مفادات کے لیے شروع کی گئی ہے۔ جب تک وہ اسے جاری رکھنے

کا کہیں گے، یہ جنگ جاری رہے گی۔ دو اہم ترین ممالک ایران اور سعودی عرب ہی اس جنگ کے بانی ہیں۔ پورے مشرق وسطی میں شیعہ سنی تعصبات کی جڑ یہی دو ملک ہیں۔

حوثی یہاں حکومت گرانے کے بعد متبادل نظام نافذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اس لیے ایک بڑی انارکی پھیل گئی ہے۔ ایران اور لبنان کی حزب اللہ حوثی شیعوں کی پشت پر ہے۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کا کہنا ہے کہ مسلح حوثی جنگجوؤں نے آغاز سے اب تک عالمی تنظیموں کو جنگ میں محصور لوگوں کی امداد اور بچوں کو غذائی مواد کی فراہمی کے لیے نہیں اجازت نہیں دی۔ جس کی وجہ سے بہت سے علاقے غذائی مواد کی رسد سے محروم رہ گئے۔ 2017 میں عالمی اداروں کی جانب سے شائع اعداد وشمار میں درج ہے کہ شدید قحط اور بھوک کا شکار ہونے والے علاقوں میں بھیجا جانے والے غذائی مواد کے 63 بحری جہاز اور 550 قافلے حوثی باغیوں نے لوٹ لیے۔

ملک میں لائے گئے اس غذائی مواد کے لوٹے جانے کے بعد غذائی مواد کی درآمد بند ہو گئی ہے۔ جس کے نتیجے میں ملک کا 80 فیصد سے زیادہ حصہ شدید قحط کا شکار ہے۔ چندماہ قبل اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال کے شعبہ صحت کی انتظامیہ نے کہا ہے کہ اس ادارے کی جانب سے الحدیدہ شہر میں بچوں اور بڑوں کے لیے بھیجی گئی ادویات حوثیوں نے تب لوٹ لیں، جب اس شہر میں اور قریبی علاقوں میں لوگ ہیضے میں مبتلا تھے۔ اسی طرح the children Save نامی تنظیم کی جانب سے حال ہی میں شائع ہونے والی رپورٹ میں بتایا گیا کہ یمن میں تین لاکھ بچے خوراک کی کمی کے باعث ہیضے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ یہ سب کچھ ایسے حالات میں ہو رہا ہے کہ اس بیماری سے 1500 بچے جان کی بازی ہار چکے ہیں۔ تقریبا ایک ملین بچے شدید غذائی قلت کا شکار ہیں۔ کچھ عرصہ قبل U.N.0 کی جانب سے شائع ہونے والی رپورٹ میں لکھا گیا تھا کہ یمن میں 14 لاکھ بچے طبی سہولیات کی شدید قلت کا شکار ہیں۔

او جود یہ کہ امریکا اور دیگر مغربی دنیا بظاہر سعودیہ کو اپنا دوست قرار دیتے ہیں۔ اس نام نہاد دوستی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مقاصد بھی پورے کرتے ہیں، مگر اس بدلے میں سعودیہ کو ہر طرح کا نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مغرب کبھی بھی دفاعی اور اقتصادی لحاظ سے سعودی عرب کا استحکام اور مضبوطی نہیں چاہے گا۔ اس لیے پس پردہ مغربی قوتیں حوثیوں کی مدد کر رہی ہیں۔ بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حوثیوں کے پاس اب بیلسٹک میزائل بھی پہنچ چکے ہیں۔ ڈرون ٹیکنالوجی بھی دی گئی ہے۔ حوثیوں کے ہاتھوں میں اس میزائل کے آنے سے سعودیہ کو بڑے خدشات لاحق ہو گئے ہیں۔ سعودی معیشت کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہ دنیا کے بڑے شیطان کی کامیابی ہے۔ اس طرح نہ صرف سعودیہ کو نقصان پہنچتا ہے، بلکہ وہ اپنے دفاعی وسائل بھی فروخت کرتا ہے۔ یوں وہ اربوں ڈالر کماتا ہے۔ جب یہ دونوں اہداف حاصل ہو رہے ہیں تو جنگ کیوں روکی جائے؟ سعودیہ اب تک اس جنگ میں 216 ارب ڈالر خرچ کر چکا ہے۔ اس جنگ کے روزمرہ مصارف 20 ملین ڈالر تک پہنچ چکے ہیں۔

اس جنگ میں سب سے زیادہ مصارف حوثیوں کی جانب سے سعودی شہروں پر پھینکے جانے والے میزائلوں کی وجہ سے آتے ہیں۔ کیوں کہ ہر میزائل کو ناکام کرنے کے لیے 3 پیٹریاٹ میزائل داغے جاتے ہیں۔ ایک پیٹریاٹ میزائل کی قیمت 3 ملین ڈالر ہے۔ مارچ 2015 سے اب تک حوثیوں نے سعودیہ پر تقریبا 150 بیلسٹک میزائل داغے ہیں۔ پیٹریاٹ میزائل کے علاوہ بھی سعودیہ نے امریکا سے تاڈ سسٹم خریدا ہے، جس کی حفاظت پر ہر سال 100 ملین سے زیادہ مصارف آتے ہیں۔ سعودیہ اب دنیا کا وہ چوتھا ملک بن چکا ہے، جو اپنے دفاع کے لیے سب سے زیادہ بجٹ مختص کرتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ سعودیہ اپنی خارجہ پالیسی پر غور کرے۔ سعودیہ کو چاہیے بلا استثناء تمام مسلم ممالک کے ساتھ روابط قائم کرے۔ امن کا راستہ اختیار کرے۔ مستقبل میں ان تمام اقدامات سے دور رہے، جن کے نتیجے میں جنگ چھڑنے کے حالات پیدا ہوں۔

ٹرمپ کا فیصلہ

محمد ارمان

امریکی میڈیا کے مطابق امریکی صدر ٹرمپ نے شام کے بعد افغانستان سے بھی امریکی فوج کے انخلا کا فیصلہ کر لیا ہے۔ امید ہے جنوری یا فروری میں اس حوالے سے حتمی فیصلہ سنایا جائے گا۔ امریکی میڈیا اس فیصلے کی اطلاع ایسے وقت میں دے رہا ہے، جب عرب ابو ظہبی میں 17۔18 دسمبر کو امریکا کے خارجہ امور کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد اور طالبان کے سیاسی نمائندوں کے مابین باقاعدہ گفتگو اور مذاکرات بھی ہوئے۔ جس میں طالبان نے اپنا پرانا موقف ایک بار پھر جرات سے پیش کیا۔ طالبان کی طرف سے امریکا کے ساتھ بامقصد بات چیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ امریکا انخلا کرے۔ جب تک یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا جاتا، امریکا کے ساتھ دیگر موضوعات پر بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ابو ظہبی اجلاس کے فوراً بعد امریکی میڈیا پر ٹرمپ کے یہ فیصلے شہ سرخیوں میں شائع ہو رہے ہیں۔ امریکا طالبان اور بقیہ دنیا کو یہ اطمینان دلانا چاہتا ہے کہ امریکا طویل عرصے تک افغانستان میں دائمی عسکری وجود نہیں چاہتے، وہ اپنی

> ذرائع ابلاغ پر ٹرمپ کے فیصلے کے حوالے سے معلومات شائع ہونے کے بعد کابل انتظامیہ پر بخار طاری ہوگیا۔ اس کی وجہ سے اشرف غنی اتنے گھبرا گئے کہ ایسا نہ ہو امریکا انہیں طالبان کے حملوں کے لیے تنہا چھوڑ جائے۔ انہوں نے فوراً اپنے حریفوں سے مصالحت کرلی۔ اپنی کابینہ کے وزیر داخلہ اور وزیر دفاع کو برطرف کرکے ان کی جگہ وزیر داخلہ امر اللہ صالح اور وزیر دفاع اسد اللہ خالد کو مقرر کر دیا۔ یاد رہے یہ دونوں افراد کرزئی کے دور میں بھی قومی سلامتی کے سربراہ رہے ہیں۔ یہ تب بھی وحشیانہ مظالم میں شہرت رکھتے تھے۔ مبصرین کے مطابق صدر ٹرمپ کا نیا فیصلہ بتاتا ہے امریکی حکام آہستہ آہستہ حقائق کا ادراک کر رہے ہیں اور زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے فیصلے کرنے لگے ہیں۔

پرانی پالیسی سے دستبردار ہوگا۔ صدر ٹرمپ کے اس فیصلے نے ان کی کابینہ میں شدید دراڑ پیدا کی ہے۔ ایسا تب ہوا، جب وزیر دفاع جیمز میٹیس نے ٹرمپ کے افغانستان سے فوجی انخلا کے فیصلے کی مخالفت کی اور میڈیا پر اپنا موقف پیش کیا۔ یاد رہے امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس پینٹاگون کے جنگجو جنرلز کی جنگی سوچوں اور افکار کے ترجمان ہیں۔ پینٹاگون کے جن جنرلز کے افغان جنگ سے بڑے مالی مفادات وابستہ ہیں، وہ افغانستان سے انخلا کی مخالفت کر رہے ہیں۔ میڈیا کے بقول جیمز میٹس ان امریکی جنرلز میں سے ہیں، جنہوں نے اقتدار کے حصول کے بعد ٹرمپ کو قائل کیا تھا کہ افغانستان میں مزید فوج بھیجنا امریکی مفادات کے لیے اہم ہے۔ اسی لیے ٹرمپ نے انہیں بڑا فنڈ بھی دیا تھا۔ انہی کے مطالبے پر ٹرمپ نے افغانستان میں موجود فوجیوں کو قتلِ عام کے لیے وسیع اختیارات بھی دیے۔ البتہ ٹرمپ ان تمام اقدامات کے نتائج کی جانب متوجہ رہے۔ وہ بہت جلد سمجھ گئے کہ جنرلز ان سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ افغانستان میں امریکا کی کامیابی کی خواہش پوری نہیں ہوگی۔

جنرلز کی مسلسل نگرانی کے لیے وہ بار بار پوچھتے رہے کہ ہم کامیابی کے کتنے قریب ہیں؟ جنگ کب جیتیں گے؟ کب سے انخلا شروع کریں گے؟ جنرلز انہیں جواب میں غلط معلومات فراہم کرتے۔ مبالغہ آرائی کرتے۔ جس پر ٹرمپ کو یقین نہیں آیا۔ جب کئی ماہ بعد انہیں نتیجہ صفر نظر آیا تو انہوں نے اپنے قریبی مشیروں سے بھی اس حوالے سے گفتگو کی۔ جنرلز کی طرف سے ان سے کہے گئے جھوٹ نے انہیں مایوس کر دیا۔ بالآخر ٹرمپ نے امریکا کے چند بڑے صحافیوں کے ساتھ ملاقات کے بعد اپنے فیصلے کے حوالے سے کچھ راز ان سے شیئر کیے۔ انہیں قطعی الفاظ میں بتادیا کہ اب جنگ کے اختتام کا وقت آچکا ہے۔ وہ اس جنگ سے نکلنا چاہتے ہیں۔ امریکی میڈیا کے مطابق جب جیمز میٹس کو ٹرمپ کے حتمی عزائم کا ادراک ہوا تو وہ بہت جلد وہائٹ ہاؤس پہنچ گئے۔ انہوں نے کوشش کی کہ ٹرمپ کو اپنے ارادے واپس لینے پر قائل کریں۔ افغانستان کی جنگ جاری رکھنے پر راضی کریں۔ اس بار ٹرمپ ان کے جال میں نہ پھنسے۔ ان کے دلائل کو جھوٹ قرار دیا۔ اس پر جیمز میٹس اتنے شدید ناراض ہوئے کہ انہوں نے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ جسے ٹرمپ نے بلا کسی تذبذب تسلیم کر لیا۔ بعض ذرائع کے مطابق ٹرمپ نے ان سے استعفا طلب کیا، بصورت دیگر انہیں اپنے صدارتی حکم سے عہدے سے برطرف کرنے کی دھمکی دی۔ اس لیے جیمز میٹس نے مجبور ہو کر اپنا استعفی پیش کر دیا۔

ذرائع ابلاغ پر ٹرمپ کے فیصلے کے حوالے سے معلومات شائع ہونے کے بعد کابل انتظامیہ پر بخار طاری ہو گیا۔ اس کی وجہ سے اشرف غنی اتنے گھبرا گئے کہ ایسا نہ ہو امریکا انہیں طالبان کے حملوں کے لیے تنہا چھوڑ جائے۔ انہوں نے فوراً اپنے حریفوں سے مصالحت کرلی۔ اپنی کابینہ کے وزیر داخلہ اور وزیر دفاع کو برطرف کرکے ان کی جگہ وزیر داخلہ امراللہ صالح اور وزیر دفاع اسداللہ خالد کو مقرر کر دیا۔ یاد رہے یہ دونوں افراد کرزئی کے دور میں بھی قومی سلامتی کے سربراہ رہے ہیں۔ یہ تب بھی وحشیانہ مظالم میں شہرت رکھتے تھے۔

مبصرین کے مطابق صدر ٹرمپ کا نیا فیصلہ بتاتا ہے امریکی حکام آہستہ آہستہ حقائق کا ادراک کر رہے ہیں اور زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے فیصلے کرنے لگے ہیں۔

گیارہ ستمبر کے بہانے تمام عالمی قوانین پامال کر کے جو ناروا جارحیت کی گئی تھی، اب اس کے تلخ نتائج خود محسوس کرنے لگے ہیں۔ شاید مستقبل میں گیارہ ستمبر کے نتیجے میں کیے گئے غلط فیصلوں کی بہت بڑی قیمت ادا کرے۔

ٹرمپ سے قبل اوباما نے بھی جب امریکی فوج کی ناکامی دیکھی تو افغانستان سے انخلا کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے تحت بڑی تعداد میں امریکی فوجیوں کو افغانستان سے نکالا گیا۔ انہوں نے چاہا کہ 2014 تک اپنی ساری فوج نکال لیں۔ اس دوران امریکی فوج کی جانب سے ایسے بہانے سامنے آئے، جن کی وجہ سے انخلا میں تاخیر ہوتی گئی اور اوباما جنگ کو طول دینے پر مجبور ہو گئے۔ صدر ٹرمپ نے اپنی الیکشن کمپین کے دوران امریکی عوام سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی صدارت کے دوران مختلف ممالک سے اپنی فوج واپس بلائیں گے۔ جب انہوں نے کامیابی حاصل کی تو پینٹاگون کے جنرلز نے انہیں مجبور کیا کہ وہ تین ہزار مزید فوج افغانستان بھیج دے۔ انہوں نے جنگ میں مزید شدت پیدا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد فضائی بمباری میں اضافہ ہو گیا۔ مظالم تو بہت ڈھائے، مگر ٹرمپ حالات کا بہت باریکی سے جائزہ لیتے رہے۔ بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ طاقت اور جنگ کے ذریعے اپنے اہداف حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ مبصرین کے مطابق ٹرمپ کا یہ فیصلہ در حقیقت شکست کا اعتراف ہے۔ یہ امریکا کا بہترین فیصلہ ہے کہ افغانستان کے اندرونی حقائق کا ادراک کر کے طالبان کو ایک حقیقی فریق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جس سے افغانستان کے مسائل حل کرنے میں مدد مل رہی ہے۔

سیف العادل احرار

کامیاب امن مذاکرات

سترہ برس قبل امریکا نے پوری دنیا کو ملا کر افغانستان پر بلاجواز جارحیت کی حماقت کی۔ اس وقت امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے پیش گوئی کی تھی کہ ایک وقت آئے گا، امریکا مذاکرات کے لیے ہم سے منت سماجت کرے گا۔ انگریز سامراج اور سوویت یونین کی طرح امریکا کو بھی شکست دے کر اسلامی جذبے کی لاج رکھی۔ امریکی صدر ٹرمپ نے فوجی جرنیلوں کے دباؤ پر اگست 2017 میں تشدد پر مبنی نئی پالیسی کا اعلان کیا۔ ایک سال تک افغانستان میں ہر قسم کے ظلم ودرندگی کا تجربہ کیا گیا۔ ایک سال بعد ٹرمپ پر واضح ہوا کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ وہ اس جنگ سے دلبرداشتہ ہیں۔ ہر سال 45 ارب ڈالر کے بھاری اخراجات برداشت کرنا اُن کی ہمت سے باہر ہے۔ انہوں نے باہم مشاورت کے بعد افغان نژاد سفارت کار زلمے خلیل زاد کو ٹاسک دیا کہ وہ چھ ماہ میں طالبان کے ساتھ امن مذاکرات کر کے فوجی انخلا کے لیے راہ ہموار کریں۔ دوسری جانب طالبان کو عالمی سطح پر پذیرائی مل گئی۔ ماسکو کانفرنس میں طالبان کے موقف کو سراہا گیا۔ امارت اسلامیہ کے وفد نے ایران کا دورہ کیا اور چین نے بھی اعلان کیا کہ طالبان افغانستان کی مضبوط فوجی اور سیاسی قوت ہیں۔ ان کے مطالبات بھی جائز اور سیاسی ہیں۔ خطے کی سطح پر طالبان کی قوت اور موقف کو تسلیم کرنے کے بعد امریکا کو احساس ہوا کہ امن مذاکرات ناگزیر ہیں۔ امریکا نے افغانستان پر چڑھائی کے لیے جو جواز پیش کیا تھا، اس کے برعکس داعش کو پروان چڑھایا۔ غربت کے خاتمے، مستحکم حکومت کے قیام، منشیات کی روک تھام اور ملک کی ترقی وتعمیر نو کے حوالے سے تمام اقدامات ناقص ثابت ہوئے۔ جب کہ طالبان نے منظم حکمت عملی کے تحت ملک کے بڑے حصے پر اپنا کنٹرول قائم کر کے اجرتی فورسز کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ یہ وہ تمام عوامل ہیں، جو امریکا کے لیے عالمی سطح پر بدنامی کا سبب بنے۔

زلمے خلیل زاد نے اکتوبر میں قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندوں کے ساتھ مذاکرات کیے۔ جس میں کچھ مسائل پر اعتماد کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ مذاکرات کا دوسرا دور بھی حوصلہ افزا رہا اور تیسرا دور ابوظہبی میں مکمل ہوا۔ جس میں ایجنڈا اور مذاکرات کا چوتھا دور قطر میں مکمل کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ ابوظہبی نشست میں امریکا نے تین اسلامی ممالک کو بھی شامل کیا۔ ان کے توسط سے طالبان پر دباؤ بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ اسی طرح کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ براست مذاکرات پر زور دیا۔ جس کے ردعمل میں امارت اسلامیہ نے اعلامیہ جاری کیا کہ مختلف ممالک کی جانب سے ان پر دباؤ لایا جارہا ہے۔ اس طریقے سے امریکا اپنے مذموم اہداف حاصل کرنا چاہتا ہے، جو ہمارے لیے قطعاً قبول نہیں ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ہم مذاکرات ختم کرنے پر غور کریں گے۔ ابوظہبی مذاکرات کے بعد خلاف توقع زلمے خلیل زاد نے سعودی عرب میں کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات پر اصرار کیا۔ جب طالبان نے انکار کیا اور اعلامیہ جاری کیا تو انہوں نے 8 اور 9 جنوری کو قطر میں طے شدہ مذاکرات سے قبل مذاکرات کا چوتھا دور منسوخ کر کے پاکستان، بھارت، چین اور پھر افغانستان کا دورہ کیا۔ اس کے بعد دوبارہ پاکستان جا کر چار دن انتظار کیا کہ وہ اسلام آباد میں طالبان کے ساتھ مذاکرات کریں گے۔ تاہم

طالبان نے جواب دیا کہ ابو ظہبی مذاکرات میں دو باتوں پر اتفاق ہوا تھا کہ مذاکرات کا اگلا دور قطر میں ہوگا اور ایجنڈا امریکی فوج کا انخلا ہوگا۔ خلیل زاد نے پاکستان میں چار دن قیام کیا اور طالبان پر دباؤ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی۔ تاہم جب طالبان ڈٹ گئے تو انہوں نے مجبور ہو کر قطر دفتر سے خود رابطہ کیا اور ان کی شرائط پر آمادگی ظاہر کی۔ تجزیہ کاروں کے مطابق طالبان نے زلمے خلیل زاد کو مجبور کیا کہ ابو ظہبی مذاکرات کے مطابق مذاکرات کا چوتھا دور قطر میں ہوگا۔ جس میں ایجنڈے پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ ایجنڈے سے ہٹ کر غیر ضروری مسائل پر وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح خلیل زاد کے ذہن سے یہ بات نکال دی گئی کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ موجودہ صورت حال میں مذاکرات نہیں کیے جائیں گے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق مذاکرات میں تعطل کے بعد ثابت ہوا کہ طالبان کسی کے زیر اثر نہیں، بلکہ وہ خود مختار اور اصولی موقف پر قائم ہیں۔ اسی طرح طالبان نے فوجی محاذ پر جس طرح امریکا کو شکست دی ہے، سیاسی محاذ پر بھی اصولی موقف کی بدولت اپنی بات منوائی ہے۔ امریکا اور دیگر ممالک کا دباؤ قبول نہیں کیا۔ بالآخر زلمے خلیل زاد نے طالبان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور قطر میں نتیجہ خیز مذاکرات ہوئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے جب مذاکرات کا سلسلہ کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا تو پھر خلیل زاد کو کیا ضرورت پیش آئی کہ انہوں نے سعودی عرب میں مذاکرات پر زور دیا۔ اس وقت قطر، سعودیہ اور ابو ظہبی کے درمیان کچھ سیاسی اختلافات موجود ہیں، جو امن مذاکرات پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ جب طالبان کسی دباؤ کے بغیر مذاکرات کر رہے ہیں، پھر کیا ضرورت ہے کہ مختلف اسلامی ممالک کو مذاکرات میں کھینچا کیا جا رہا ہے۔ خلیل زاد نے جان بوجھ کر مذاکرات کو پیچیدہ بنانے کی کوشش کی۔ دوسری طرف کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ نے بھی مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی کوشش شروع کی ہے۔ اشرف غنی نے حیرت انگیز طور پر اعلان کیا کہ گزشتہ چار سال کے دوران ان کے دور حکومت میں 45 ہزار سکیورٹی اہل کار طالبان کے حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں۔ ہم نے اتنی بڑی قربانیاں دیں۔ امن مذاکرات میں ہمیں بائی پاس کرنا انصاف نہیں ہے۔ افغانستان میں امریکی فوج کی موجودگی نہ صرف ہمارے لیے، بلکہ امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے بھی ضروری ہے۔ جب کہ ڈاکٹر عبداللہ نے کہا کہ طالبان امارت اسلامیہ قائم کریں گے، جو دنیا کے امن کے لیے خطرہ ہے۔ ان کے اظہار خیال سے ثابت ہوتا ہے وہ حواس باختہ اور امریکی فوج کے انخلا سے پریشان ہیں۔ کیوں کہ ان کی حکومت امریکی فوج کی مرہون منت ہے۔ جس دن امریکی فوج کا انخلا ہوگا تو یہ بے چارے بھی یہاں سے بھاگ جائیں گے۔

مذاکرات کی تفصیلات بارے امارت اسلامیہ نے جو اعلامیہ جاری کیا، اس کے مطابق مذاکرات میں دو ایجنڈوں پر بات ہوئی ہے۔ امریکی فوج کے انخلا اور افغان سرزمین سے امریکا کو نام نہاد خطرے کا سد باب! میڈیا رپورٹس کے مطابق مذاکرات میں امریکی فوج کے انخلا پر پیش رفت ہوئی ہے۔ دوسرے ایجنڈے سے ثابت ہوتا ہے طالبان واپس اقتدار میں آرہے ہیں۔ امریکا طالبان سے یہ ضمانت لینا چاہتا ہے کہ اُسے افغانستان سے خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ طالبان اقتدار میں آکر امریکا کے لیے باعث خطرہ نہیں ہوں گے۔ امریکا کو کابل انتظامیہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی بات درست ثابت ہوئی اور امریکا نے بھی اس بات کا ادراک کیا کہ طاقت کا استعمال کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ کی قیادت میں افغان مجاہد عوام نے اللہ تعالی کی مدد سے امریکا کو شکست دے کر اپنی پرانی تاریخ دہرائی ہے۔ لاکھوں شہداء کا خون رنگ لایا ہے۔ اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ افغانستان ایک بار پھر آزاد اور اس میں اسلامی نظام نافذ ہوگا۔ ان شاءاللہ

شاہد غزنیوال

ٹرمپ کا داعش بارے اعتراف

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے نئے رواں سال کے پہلے دن امریکی عوام کے نام اپنے تازہ پیغام میں افغانستان میں امریکی جنرلز کی ناکامی کے اعتراف کے ساتھ امریکی فوجیوں کی جانب سے داعش سے تعاون کا بھی اعتراف کیا۔ انہوں نے کہا ٗمیری معلومات کے مطابق افغانستان کے ایک علاقے میں داعش اور طالبان آپس میں لڑ رہے تھے۔ میں نے اپنی فوج سے کہا کہ انہیں آپس میں لڑنے مرنے دو۔ ٗٹرمپ کے بقول امریکی جنرلز نے مجھے اس حوالے سے انتہائی بے وقوفانہ جواب دیا کہ ایسی وقوفی میں نے کبھی بھی نہیں دیکھی۔ امریکی فوج نے اس مطالبے کے برخلاف اس علاقے میں داعش کی حمایت کر کے طالبان کے خلاف کارروائی کی۔

امریکی صدر کے طور پر امریکی جنرلز کی جانب سے داعش کی حمایت کے اعتراف نے ان تمام افواہوں کو حقیقت میں بدل دیا ہے، جو وقتاً فوقتاً مقامی شہریوں یا کابل انتظامیہ کی جانب سے پھیلائی جاتی تھیں۔ افغانستان میں داعش کے نام سے پیدا ہونے والے دہشت گرد گروپ نے سامنے آتے ہی افغان عوام پر مظالم کے ایسے ہی سلسلے شروع کر دیے، جیسے کبھی بلیک واٹر نے عراق اور افغانستان میں عام لوگوں پر ڈھائے تھے۔ انہوں نے گنجان آبادی پر وحشیانہ بمباریاں کیں۔ انسانوں کی ہلاکت پر مزے لیے۔ امریکی فوجیوں نے داعش کے خاتمے کے بہانے ننگرہار کے ضلع اچین میں عوام پر بموں کی ماں کے نام سے سب سے بڑا بم گرایا۔ امریکا نے یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے سب سے بڑا بم اپریل 2017 میں گرایا تھا۔ یہ بم 21 ہزار پونڈ وزنی اور جی پی ایس سسٹم سے مربوط تھا۔ یہ 9 میٹر طویل اور 800 کلو گرام وزنی تھا۔

یہ بم ایم سی 130 طیارے کی مدد سے ضلع اچین میں استعمال کیا گیا تھا۔ کابل انتظامیہ نے اس کا پہلے سے ہی تعین کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ مقامی لوگوں کو زبردستی وہاں سے نقل مکانی پر مجبور کیا گیا تھا۔ اچین پر داعش کے بہانے بم کا استعمال درحقیقت افغانستان میں داعش کی تشہیر کے لیے امریکا کی ایک پروپیگنڈا کوشش تھی، جس نے امریکی اور دیگر یورپی میڈیا کو متوجہ کیا۔ اس کے علاوہ امریکی فوجیوں نے گزشتہ دو سالوں میں ننگرہار، کنڑ اور لغمان میں طالبان کی جانب سے داعشی ملیشیا کے خلاف ہونے والے آپریشن کے دوران اس سے عسکری تعاون کیا۔ اس تعاون کے لیے طالبان کی صف اول پر بمباریاں کی گئیں۔

اسی طرح گزشتہ سال اگست میں صوبہ جوزجان کے ضلع درزاب میں 250 مسلح داعشی جنگجو طالبان سے لڑائی میں شکست کھا گئے، انہیں کابل انتظامیہ نے تعینات کیا تھا۔ عینی شاہدین کے مطابق ان کو عسکری سپلائی امریکی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ہوتی تھی۔ اس حوالے سے کابل انتظامیہ کے شمالی علاقوں کے نمائندوں نے میڈیا سے بار بار شکایت کی اور انہیں اس حوالے سے معلومات فراہم کیں۔ اگرچہ تب ان معلومات کا افغانستان میں امریکی فوج کے جنرل کمانڈر جنرل نیکلسن نے انکار کیا تھا، مگر اب ٹرمپ کے اعتراف نے سب کچھ واضح کر دیا ہے۔ امریکی صدر نے اپنے فوج کی جانب سے داعش کی حمایت کا اعتراف ایسے حالات میں کیا ہے، جب ان کے فوجی جنرلز طالبان کے آگے شدید شکست سے دوچار ہیں۔ اسی شکست کی وجہ سے ٹرمپ اور اس کے شکست خوردہ جنرلز کے درمیان میڈیا پر سخت جملوں کا تبادلہ بھی ہوا ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو غلط الفاظ میں یاد کیا ہے۔

شکست میں کوئی عار نہیں

امریکی پروفیسر

'ڈینی سجورسن' امریکی فوجی افسر ہیں۔ انہوں نے افغانستان اور عراق میں خدمات انجام دی ہیں۔ وہ تاریخ کے استاد ہیں۔ پروفیسر ڈینی نے 30 نومبر کو امریکن کانسریوٹیف میگزین میں لکھا کہ امریکا میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ 'امریکا خصوصاً تیسری دنیا میں کبھی عسکری لحاظ سے شکست نہیں کھائے گا۔' یہی وجہ ہے ہمیں کہا جاتا ہے امریکا افغانستان میں لبرل اور جنگ مخالف لوگوں کی وجہ سے سیاسی لحاظ سے شکست تسلیم کرلے۔' یہ مقولہ سراسر غلط ہے۔ ہم افغانستان میں عسکری لحاظ سے شکست کھائیں گے۔ حالانکہ افغانستان میں ہماری جنگ کو 18 سال ہوگئے ہیں۔ ہم واضح عسکری شکست سے دوچار ہیں۔ آج کل طالبان پہلے کی نسبت زیادہ علاقوں پر حاکم ہیں۔ اس سال افغان فوج کا جانی نقصان 20 ہزار سے بڑھ گیا ہے۔ افغان سکیورٹی فورسز کا نقصان ناقابل تلافی ہے۔ صرف 2017 میں دس ہزار افغان سکیورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے۔ 2018 میں سکیورٹی حالات ماضی کی بنسبت زیادہ خراب ہیں۔ اگرچہ امریکا نے 2018 میں پہلے کی نسبت زیادہ بم گرائے ہیں، مگر ایسا لگتا ہے وہ اپنی واضح شکست کا راستہ نہیں روک پائے گا۔ دوسری جانب امریکی فوج کے نقصان کا گراف بھی اونچا ہوگیا ہے۔

ان تمام کوششوں کے باوجود یہ ایک خونی جنگ ہے۔ بالآخر اس کا انجام ایک عسکری شکست ہے۔ میں جانتا ہوں یہ حقائق لکھنے پر مجھ پر زیادہ تنقید ہوگئی۔ میں اس تنقید کی پروا نہیں کرتا۔ میرے نقاد وہ لوگ ہوں گے، جو پرانے افکار و خیالات سے اپنے دلوں کو تسلی دیں گے۔ ہمیشہ ناقابل شکست امریکا کے خیالات اپنے سروں میں سمائے رکھیں گے۔ جب بھی انہیں ان حقائق کا سامنا ہوجاتا ہے کہ افغان مسئلے کا حل مذاکرات ہیں۔ امریکا کی شکست بہت قریب ہے تو یہ حقائق ان کے دماغوں کو پریشان کردیتے ہیں۔ ان کے لیے یہ باتیں موت کے برابر ہیں۔ ہمیں حقیقت بین ہونا چاہیے۔ امریکا کی طویل ترین جنگ کا ادراک کریں۔ ایک بار پھر اس بات پر آمادہ ہوگا کہ اپنی ایک لاکھ فوج افغانستان بھیج دے، تاکہ وہاں ممکنہ شکست کا راستہ روک سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 18 سالوں میں امریکی فوج نے اپنی پوری قوت اور طاقت آزما لی ہے۔ مگر کچھ بھی مؤثر ثابت نہیں ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ بہت زیادہ افغان شہری طالبان سے تعاون کرتے ہیں۔ اکثر شہری امریکی جارحیت سے نفرت کرتے ہیں۔ افغان شہری ہمارے خلاف جنگ لڑنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ یہ جنگ ہمارے لیے ناقابل فتح ہے۔

میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ شکست تسلیم کرلینے میں کوئی عار نہیں ہے۔ سب بڑا عار یہ ہے کہ اپنے لوگوں کو دھوکہ دیں۔ حقائق پوشیدہ رکھیں۔ یہی کچھ امریکی فوج نے ویت نام کے معاملے میں کیا تھا۔ میرا خیال ہے ویت نام کی کہانی افغانستان میں دُہرائی جارہی ہے۔

قطر: اہم معاملات میں پیش رفت

سیف العادل احرار

قطر مذاکرات میں امارت اسلامیہ کے 8 ارکان نے زلمے خلیل زاد کی قیادت میں امریکا کے 11 رکنی وفد کے ساتھ تفصیلی مذاکرات کیے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی جانب سے ملا محمد عباس ستانک زئی نے مذاکرات کی قیادت کی۔ انہوں نے ایک نجی ویب سائٹ نن ڈاٹ ایشیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کچھ مبہم سوالات کے جوابات دیے۔ ابوظہبی مذاکرات میں فریقین نے آئندہ نشست کے لیے ایک ایجنڈہ طے کیا تھا۔ اس میں دو باتوں پر اتفاق ہوا تھا۔ پہلی یہ کہ امریکی فوج کا مکمل انخلا اور دوسری یہ کہ افغان سرزمین سے امریکا کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ قطر مذاکرات میں ایجنڈے کے مطابق ان دو موضوعات پر کافی حد تک پیش رفت ہوئی۔ قطر دفتر کے رہنماؤں نے قیدیوں کی رہائی، قطر دفتر کو رسمی طور پر تسلیم کرنے اور بلیک لسٹ سے رہنماؤں کے نام کے اخراج پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ ان معاملات کا تعلق براہ راست امریکا کے ساتھ تھا، اس لیے امریکی وفد کے ساتھ ان معاملات پر بات چیت کی گئی۔ جب کہ حکومت کی تشکیل، نظام اور دیگر ملکی مسائل کا تعلق افغانوں ساتھ ہے، جس پر مستقبل میں افغان حلقوں کے ساتھ بات کی جائے گی۔ افغانستان کے اندرونی نظام بارے امریکا سمیت کسی ملک کی مداخلت میں برداشت نہیں کی جائے گی۔

> جیسے ہی امریکا اپنی فوج کا انخلا شروع کرے گا، طالبان افغان سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات شروع کریں گے۔ نئی فوج تشکیل دینے، تمام برادر اقوام پر مشتمل ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنے اور قوم کو متفقہ نظام دینے کے اقدامات کیے جائیں گے۔ اب تک طالبان رہنماؤں نے جن افغان سیاسی رہنماؤں اور قومی معتبرین کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں، ان میں ان دونوں باتوں پر اتفاق ہوا ہے کہ ملک آزاد اور اس میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ موجودہ کٹھ پتلی حکومت نے امریکا یا دیگر ممالک کے ساتھ جو معاہدے کیے ہیں، وہ سب منسوخ تصور کیے جائیں گے۔

امریکی وفد نے عندیہ دیا کہ ہم امریکی فوج کی مکمل واپسی کے لیے تیار ہیں۔ البتہ افغان سرزمین سے امریکا کو خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیے۔ جس پر طالبان وفد نے یقین دلایا کہ ہم اپنی سرزمین کو امریکا سمیت کسی ملک کے خلاف استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ امریکی وفد نے کہا کہ جب ہمیں افغان سرزمین سے خطرہ نہیں ہوگا تو ہم افغانستان میں اپنی فوج برقرار نہیں رکھیں گے۔ ان اہم معاملات پر پیش رفت ہونے پر طالبان اور امریکا کے چند ارکان پر مشتمل دو کمیٹیاں تشکیل دی گئیں، جو انخلا اور خطرہ لاحق نہ ہونے سے متعلق اپنی سفارشات مرتب کر کے پیش کریں گی، جس پر 25 فروری کو غور کر کے حتمی شکل دی جائے گی۔ اس نشست میں اقوام متحدہ، او آئی سی، ہمسایہ اور بڑے ممالک کے نمائندے بھی شرکت کریں گے۔ وہ بطور ضامن اس معاہدے پر دستخط کریں گے۔ اس ضمن میں امریکی وفد نے طالبان رہنماؤں سے مطالبہ کیا کہ وہ امریکی انخلا کے شیڈول کے اعلان کے ساتھ ہی جنگ بندی کا اعلان اور کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات شروع کریں۔ تاہم طالبان رہنماؤں نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہم کابل انتظامیہ کو قانونی حکومت تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ مذاکرات اسے قانونی حکومت تسلیم کرنے کے مترادف ہوں گے۔ البتہ افغان سیاسی رہنماؤں، قبائلی عمائدین اور قومی معتبرین کے ساتھ ضرور ملاقاتیں کریں گے۔ ان کی تجاویز پر غور کریں گے۔ ہم نے یہ سلسلہ پہلے سے شروع رکھا ہے۔ قطر دفتر کے رہنماؤں نے مختلف ممالک میں افغان سیاسی رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں۔ ان کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پر مثبت پیش رفت بھی ہوئی ہے۔

امریکا نے اس بات کا ادراک کیا ہے کہ افغانستان کے نصف سے زائد رقبے پر طالبان حاکم ہیں۔ حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں کے لوگ بھی طالبان کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں۔ مستقبل میں طالبان اس ملک کے حکمران ہوں گے۔ لیے امریکا طالبان کے ساتھ یہ معاہدہ کر رہا ہے کہ وہ افغان سرزمین کو امریکا کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ طالبان رہنماؤں نے امریکی نمائندوں پر واضح کیا کہ افغان تنازع کے دو اہم نکات ہیں۔ ایک بیرونی اور دوسرا اندرونی۔ قابض فوج کا انخلا، اقتصادی پابندیاں، بلیک لسٹ، قیدیوں کی رہائی اور سیاسی دفتر جیسے معاملات کا تعلق امریکا کے ساتھ ہے۔ جن پر امریکا کے ساتھ ہی بات چیت ہوگی۔ دوسرے اندرونی معاملات ہیں۔ جیسے حکومت کی تشکیل اور نظام حکومت تو اس معاملات پر افغان رہنماؤں کے ساتھ بات چیت ہوگی۔ ان معاملات میں کسی ملک کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔ ہم افغان عوام اپنی مرضی سے یہ معاملات طے کریں گے۔ امارت اسلامیہ عوام کی نمائندگی کے ساتھ امریکا کے ساتھ بیرونی معاملات پر بات چیت کر رہی ہے۔ جس کو عوام کی تائید حاصل ہے۔

اس وقت افغانستان میں غیر ملکی فوجی مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ کمپاؤنڈ کے نام سے تعینات فوجی جنگ میں مصروف ہیں۔ کچھ فوجی افغان اہل کاروں کو تربیت دے رہے ہیں۔ جب کہ غیر ملکی سفارت خانوں کے تحفظ کے لیے بھی مختلف ممالک کے فوجی تعینات ہیں۔ مذاکرات کے دوران خلیل زاد نے مطالبہ کیا کہ کمپاؤنڈ کے نام سے تعینات جنگ میں مصروف فوجی نکل جائیں گے۔ جب کہ افغان اہل کاروں کو تربیت دینے والے یا سفارت خانوں کے تحفظ کے لیے تعینات فوجی بدستور یہاں موجود رہیں گے۔ امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے دوٹوک جواب دیا کہ جب تک ایک امریکی فوجی بھی یہاں موجود رہے گا، جنگ رہے گی۔ پھر مطالبہ کیا کہ سفارت خانوں پر تعینات فوجیوں کو انخلا سے مستثنا قرار دیا جائے۔ اس کے خلاف بھی طالبان نمائندے ڈٹ گئے اور آخر اس پر اتفاق ہوا کہ تمام غیر ملکی فوجیوں کو افغانستان سے نکالا جائے گا، جو بہت بڑی پیش رفت اور مجاہدین کے لیے عظیم فتح ہے۔

جیسے ہی امریکا اپنی فوج کا انخلا شروع کرے گا، طالبان افغان سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات شروع کریں گے۔ نئی فوج تشکیل دینے، تمام برادر اقوام پر مشتمل ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرنے اور قوم کو متفقہ نظام دینے کے اقدامات کیے جائیں گے۔ اب تک طالبان رہنماؤں نے جن افغان سیاسی رہنماؤں اور قومی معتبرین کے ساتھ ملاقاتیں کی ہیں، ان میں ان دونوں باتوں پر اتفاق ہوا ہے کہ ملک آزاد اور اس میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے گا۔ موجودہ کٹھ پتلی حکومت نے امریکا یا دیگر ممالک کے ساتھ جو معاہدے کیے ہیں، وہ سب منسوخ تصور کیے جائیں گے۔ امارت اسلامیہ عوام کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے حکومت قائم کرے گی۔ عبوری حکومت قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب امریکی فوج کے انخلا کا عمل شروع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی امارت اسلامیہ افغان رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کا عمل بھی شروع کردے گی۔ ظاہر ہے امریکی فوج کا انخلا چند مہینوں پر مشتمل ہوگا۔ اس دوران طالبان حکومت کے قیام اور دیگر ملکی معاملات پر تمام سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے۔ قابض فوج کے مکمل انخلا کے بعد متفقہ نئی حکومت برسراقتدار آئے گی۔

یہ بات واضح ہے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت قائم تھی۔ امریکا نے ایک آزاد اسلامی ملک پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کیا۔ چند جرائم پیشہ عناصر پر مشتمل نام نہاد کٹھ پتلی حکومت کو عوام پر مسلط کر کے فرسودہ نظام قائم کیا۔ جس کے خلاف امارت اسلامیہ نے مزاحمت شروع کی۔ امریکی فوج نے کچھ لوگوں کو ورغلایا اور انہیں ڈالر دے کر اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کیا۔ جس دن امریکی فوجیں نکل جائیں گی، نام نہاد افغان حکومت اور فوج خود بخود ختم ہو جائے گی۔ امریکی فوج کے انخلا کے بعد متفقہ طور جو حکومت قائم ہوگی، وہ ازسرنو فوج اور تمام ادارے قائم کر کے ملک میں بہترین نظام لائے گی۔ ملک کی تعمیر نو، ذخائر اور معدنیات، فیکٹریوں اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے مختلف ممالک کے ساتھ معاہدے کیے جائیں گے۔

حبیب اللہ فرہاد

امریکی مفادات کے لیے قربانی

منافقت، جھوٹ اور فراڈ میں امریکی استعمار کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اس نے ہمیشہ دھوکے اور فریب سے آزاد اقوام اور ممالک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہے۔ امریکا اپنے استعماری اہداف کے لیے ہمیشہ ظلم، جبر اور سربریت سے کام لیتا ہے۔ کرہ ارض پر بالخصوص اسلامی ممالک میں جو خون بہہ رہا ہے، اس میں امریکا براہ راست یا بالواسطہ ملوث ہے۔ جن ممالک میں تیل کے وسیع ذخائر یا بڑے پیمانے پر معدنیات موجود ہیں، امریکا نے مختلف بہانوں سے ان پر قبضہ کر رکھا ہے یا معاہدے کیے ہیں، جن سے چھٹکارا حاصل کرنا ان ممالک کے لیے تقریباً ناممکن ہے۔ اگر کوئی ملک آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ایسا سبق سکھایا جاتا ہے کہ اس کی نسلیں بھی آزادی کا نام لیتے ہوئے ڈرتی ہیں۔

افغانستان پر استعماری قوتوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ استعماری قوتوں نے 17 سال سے جنگ زدہ اور پسماندہ افغانستان میں ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ انسانی تاریخ کی سب سے طویل جنگ کے ذریعے یہاں ہر روز نہتے شہریوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ انسانی حقوق کے علمبردار اداروں کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ اس کے باوجود افغان عوام کی تاریخی مزاحمت اور جہاد کی بدولت امریکا ناکام رہا۔ اس کے ہزاروں فوجی ہلاک ہوئے اور اربوں ڈالر ضائع ہوئے۔ وہ اب شرمندگی اور ندامت محسوس کر رہا ہے۔ ٹرمپ کا حوصلہ ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے افغانستان میں جنگ کے خاتمے اور امن مذاکرات کے لیے چھ ماہ کی ڈیڈ لائن دے کر زلمے خلیل زاد کو مذاکرات کی کامیابی کا ٹاسک دیا ہے۔ عوام نے بھی ان مذاکرات سے امیدیں وابستہ کی ہیں کہ شاید امریکا اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ وہ افغانستان میں جنگ کے بجائے مذاکرات اور سیاسی حل کے ذریعے افغان تصفیہ چاہتا ہے۔ جس کے جواب میں امارت اسلامیہ نے بھی قیامِ امن کی کوششوں میں دل چسپی ظاہر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر امریکا واقعی امن کا حامی ہے تو وہ افغانستان پر ناجائز قبضہ ختم کرے۔ اپنے فوجیوں کی واپسی کا اعلان کرے۔ امن مذاکرات کے سلسلے میں قطر میں امریکی ایلچی زلمے خلیل زاد کے ساتھ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندوں نے براہ راست ملاقات کی۔ 8 نومبر کو ماسکو میں امن کانفرنس میں شرکت کی اور امارت اسلامیہ کا موقف دنیا کے سامنے رکھا۔ افغانستان میں قیام امن کے لیے قابض فوج کے انخلا پر زور دیا۔ جس میں بیشتر ممالک کے نمائندوں نے امارت اسلامیہ کے اس موقف کی خاموش حمایت اور تائید کی۔

اس کانفرنس میں کابل انتظامیہ کی جانب سے امن کونسل کے نمائندے شریک تھے۔ ان کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کے وفد کو زیادہ پذیرائی ملی۔ اس کانفرنس کے بعد امریکی حکام کے متضاد بیانات کے باعث میڈیا میں ایک نئی بحث شروع ہو گئی۔ یہ سوال پیدا ہوا کہ امریکا دوغلی سیاست کا شکار ہے۔ امریکی فوج کے سربراہ جنرل جوزف ڈنفور نے امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکی فوجی اپنے لوگوں کی حفاظت کے لیے افغانستان میں موجود ہیں۔ وہاں امن ہماری ترجیح نہیں ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ امریکی فوج کی واپسی کے بعد وہاں القاعدہ اور داعش جیسے گروپ دوبارہ سر اٹھائیں گے۔ نائن الیون جیسا واقعہ دوبارہ رونما ہو سکتا ہے۔ جنرل ڈنفور نے مزید کہا کہ انٹیلی جنس رپورٹ کے مطابق فی الحال دہشت گرد تنظیمیں دنیا میں بڑے حملے

کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اگر ہم نے موقع دیا تو ممکن ہے وہ ایک بار پھر نائن الیون جیسا حملہ کریں۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اب افغان فورسز شدید جنگ میں مصروف ہیں۔ ان کی ہلاکتوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ جن کی قربانیوں کی بدولت امریکی عوام دنیا کے دوسرے حصے میں خود کو زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں۔ اگر افغانستان میں فوجی دباؤ کم ہوا تو القاعدہ جیسی تنظیمیں پھر سر اٹھائیں گی۔ اس لیے ہم افغانستان میں امریکی موجودگی پر زور دیتے ہیں۔

جنرل ڈنفورڈ کے ریمارکس ان افغانوں کے لیے باعث شرم ہیں، جو چند ڈالر کے بدلے امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے خود کو جنگ میں دھکیل رہے ہیں۔ امریکا کو ان کی ہلاکتوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس کے نزدیک ان کی قربانیوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ اپنے مفاد کے لیے افغان نواجوں کو ایندھن کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ جن لوگوں کے بچے طالبان کے خلاف جنگ کے میدان میں بر سرپیکار ہیں، وہ امریکی جنرل ڈنفورڈ کی گفتگو پر غور کریں۔ وہ سوچیں کہ ان کے بچوں نے کس لیے قربانی دی؟ وہ کس کے دفاع کے لیے ہلاک ہو رہے ہیں؟ کیا اسلام اور افغان تاریخ میں اس کی گنجائش ہے؟ کیا کسی کافر اور استعمار کے مفادات کے لیے دنیا اور آخرت تباہ کرنا دانش مندی ہے؟

امریکی حکام کی پالیسی میں تضاد ہے۔ وہ ایک جانب امن مذاکرات کی بات کر رہا ہے اور اس سلسلے میں زلمے خلیل زاد کو ٹاسک دیا گیا ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کریں۔ جس کے لیے انہوں نے مختلف ممالک کا دورہ کیا۔ تین بار طالبان سے ملاقاتیں کیں۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے نمائندوں نے بھی اپنی تیاری مکمل کی اور مذاکرات کا آغاز کیا۔ زلمے خلیل زاد نے یقین دلایا کہ امریکا امن چاہتا ہے اور جنگ کے خاتمے کے لیے مذاکرات کا آغاز کر رہے ہیں۔ دوسری جانب پینٹاگون نے امریکی کانگریس کو معلومات فراہم کرتے ہوئے جنگ جاری رکھنے پر زور دیا۔ امریکی عوام کے تحفظ کے لیے جنگ برقرار رکھنے پر اصرار کیا اور افغان فورسز کی ہلاکتوں کو امریکی عوام کے تحفظ کے لیے ضروری قرار دیا۔ جس سے واضح ہوتا ہے امریکی حکام ایک پیج پر نہیں ہیں۔ ان کے باہم بھی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ٹرمپ امن مذاکرات کے حامی ہیں۔ جب کہ پینٹاگون نے جنگ پر زور دیا ہے۔ اس صورت حال میں امن مذاکرات ہرگز کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔ ان حالات میں افغان عوام امن مذاکرات کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امریکا کے نزدیک افغان فوجیوں کی ہلاکتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ امریکا اپنے عوام کی حفاظت کے لیے افغان فورسز کا جانی نقصان ضروری سمجھتا ہے۔ امریکی حکام سمجھتے ہیں ان کے مفادات کے تحفظ کے لیے چند ڈالروں کے بدلے افغان فوج قربانی دے رہی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ بات افغان فوج کی سمجھ سے بالاتر کیوں ہے کہ وہ امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے خود کو ایندھن کیوں بنائے ہوئے ہے؟ طالبان نفاذِ اسلام اور آزادی کے لیے قربانی دے رہے ہیں۔ دنیا میں بھی ان کے ضمیر مطمئن ہیں۔ وہ آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے۔ وہ اللہ کے دین کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔

48 ممالک کے جدید جنگی آلات اور ہتھیاروں کا ایمانی قوت سے مقابلہ کیا اور اب کامیابی کی جانب گامزن ہیں۔ امریکا مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔ افغان فوج اپنے گریبان میں جھانکے۔ اسلام اور ملک کے خلاف دشمنی سے دستبردار ہو کر امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے خود کو ضائع کرنے سے گریز کرے۔

میدان شہر حملے کی وجہ

سیف العادل احرار

قابض امریکی فوج اور افغان اجرتی فوج کی جانب سے نہتے شہریوں پر چھاپوں۔ رات کے آپریشن اور پر تشدد حملوں کا سلسلہ 17 برس سے جاری ہے۔ حال ہی میں کابل انتظامیہ کی جانب سے ان کارروائیوں نے ظالمانہ اور خوف ناک روپ دھار لیا ہے۔ پہلے چھاپوں میں صرف طالبان کو نشانہ بنایا جاتا تھا۔ اب حالیہ مہینوں میں طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں نہتے شہریوں اور ان کے مکانات کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ شہریوں کے قتل عام۔ انہیں ہراساں کرنے۔ تشدد کرنے اور حراست میں لینے کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہے۔

حالیہ مہینوں میں افغانستان کے بیشتر علاقوں، بالخصوص کابل کے قریبی صوبوں لوگر، میدان وردگ، غزنی، پکتیا، پکتیکا، ننگرہار، لغمان اور بہت سے دیگر علاقوں میں اجرتی فوج نے نہتے شہریوں پر جو مظالم ڈھائے، ایسا لگتا ہے نئی حکمت عملی میں جان بوجھ کر شہریوں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ بڑے پیمانے پر مظلوم شہریوں کے جانی اور مالی نقصان کا سلسلہ تیز کر دیا گیا ہے۔ یہ آپریشن اسپیشل فورس میں شامل زیرو ون یونٹ اور زیرو ٹو یونٹ کے کمانڈوز اور امریکی فوج مشترکہ طور پر کر رہی ہے۔ یہ کارروائیاں نہایت ظالمانہ اور سفاک طریقے سے انجام دی جاتی ہیں۔ مقامی حکومت کو پتا چلتا ہے اور نہ اُس کا اِن پر کنٹرول ہے۔ میڈیا بھی ان مظالم بارے خاموش ہے۔ اگر کسی آپریشن بارے میڈیا کوئی خبر شائع کرے تو حکومتی اہل کاروں کی جانب سے دعوی کیا جاتا ہے کہ فلاں علاقے میں کامیاب آپریشن کیا گیا۔ جس میں اتنے طالبان مارے گئے۔ ان کے متعدد ٹھکانے تباہ کیے گئے۔ اسی طرح عام شہریوں کو بھی طالبان کے کمانڈر ظاہر کر کے کریڈیٹ لینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

موسم سرما میں اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ہر رات افغانستان کے مختلف حصوں میں دیہاتوں کو ملیامیٹ کرنے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ شہریوں کو شہید، ان کے مکانات کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔ صرف طالبان ان کارروائیوں بارے رپورٹ شائع کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان مظلوم شہریوں کے درد اور غم بارے انسانی حقوق، میڈیا اور افغانستان کے تمام ادارے خاموش ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کے دلوں میں اشرف غنی حکومت اور ان کے چھاپہ مار اہل کاروں کے خلاف شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ حال ہی میں طالبان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ ان سفاک فورس کے خلاف کارروائی کریں۔ اس لیے مجاہدین نے دشمن کے فوجی اڈے پر چھاپہ مارنے کا فیصلہ کیا۔ امارت اسلامیہ نے تین رکنی فدائی گروپ کو صوبہ میدان وردگ کے دارالحکومت میدان شہر میں قائم خفیہ ادارے کے فوجی بیس کو نشانہ بنانے کی ہدایت کی۔ پیر کے روز صبح پونے آٹھ بجے فدائی مجاہد ملا عبدالہادی ہلمندی نے بارود بھرے ہموی ٹینک کو فوجی بیس کی عمارت سے ٹکرا کر چھت اور دیواریں گرا دیں۔ جس کے ساتھ ہی دو فدائی مجاہدین حافظ اسد اللہ جنید اور حافظ عبداللہ غزنوی جدید اور خودکار ہتھیاروں سے لیس اندر گھس گئے۔ وہاں موجود اور زندہ بچ جانے والے کمانڈوز پر اندھا دھند فائرنگ کر دی گئی۔ دو بار باہر سے آنے والے اہل کاروں کے حملے بھی پسپا کیے گئے۔ دو فدائی مجاہدین نے تین گھنٹے فوجی بیس میں آپریشن جاری رکھا۔ جس میں 126 اہل کار ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔ اطلاعات کے مطابق اس بیس میں تقریبا 250 تک کمانڈوز رہتے تھے۔ میدان وردگ کی صوبائی کونسل کے رکن شریف اللہ ہوتک کے مطابق اس حملے میں سو سے زائد اہل کار مارے گئے۔ ایک اعلی عہدے دار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر میڈیا کو بتایا کہ اس حملے میں 126 اہل کار ہلاک ہوئے ہیں۔ مقامی لوگوں کے مطابق فوجی بیس کی عمارت زمین بوس ہو گئی۔ اس میں موجود تمام اہل کار ڈھیر ہو گئے۔ لاشوں اور زخمیوں کو میدان شہر اور کابل منتقل کیا گیا۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے تفصیلات بتانے کے بعد کہا کہ یہ بیس کافی عرصے سے مجاہدین کے تعاقب میں تھا۔ اس بیس کے کمانڈوز نے میدان وردگ اور دیگر صوبوں میں بڑی تعداد میں نہتے شہریوں کو نشانہ بنایا تھا۔ ان کا بدلہ لینے کے لیے حملہ کیا گیا۔ یہ آخری حملہ نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ خوف ناک حملے کیے جائیں گے۔ اس حملے میں دشمن کے بہت سے فوجی کمانڈر اور افسر بھی ہلاک ہوئے ہیں۔

اس سے چند دن قبل صوبہ فاریاب میں بھی مجاہدین نے ایک کامیابی کارروائی کے دوران 87 فوجی گاڑیاں اور ٹینک تباہ کیے تھے۔ اس فوجی قافلے میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اس سے پہلے صوبہ لوگر کے گورنر کے کانوائے پر فدائی حملہ کیا گیا۔ اس میں بھی متعدد اہل کار ہلاک ہوئے۔ اس سے قبل کابل کے گرین ویلیج علاقے میں غیر ملکی ٹھکانے کو نشانہ بنایا گیا۔ جس میں متعدد قابض فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ افغانستان کے مختلف علاقوں میں فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔ موسم سرما میں بھی مجاہدین فعال اور جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

مسلمان نوجوانوں کی اہمیت

عزام حقانی

گھریلو، معاشرتی اور ریاستی نظام کی بہتری کے لیے نوجوان بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی معاشرے کی بقاواستحکام کا راز نوجوانوں کی تربیت میں مضمر ہے۔ اگر کسی معاشرے اور ریاست کا نوجوان طبقہ دینی اقدار، عقیدہ، تاریخ اور تمدن کے ساتھ مضبوط ہم آہنگی رکھتے ہوئے اپنے اہداف متعین کرنے میں دل چسپی لے رہا ہو، اسے اپنے دوست اور دشمن کی تمیز ہو تو ایسا معاشرہ ہر حوالے سے کامیاب بھی ہوگا اور معنوی ومادی ترقیاں بھی حاصل کرے گا۔ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں سے بے خبر اور اپنے مقام وحیثیت سے نابلد ہوں گے تو وہ ہمہ نوع پریشانیوں اور مشکلات ومصائب کے شکار ہوں گے۔ انہیں ہر وقت ذلت آمیز صورت حال کا سامنا ہوگا۔ استعمار کے ہاتھوں کھلونا بن کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

دشمن عیار ہے۔ اس نے نہایت عرق ریزی سے ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں اور افکار پر گہرے نقوش ثبت کیے ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے معاشرے کے خوردبین طبقے علما، مبلغین، دانش ور اور قلم کاروں نے کس قدر غفلت برتی ہے کہ ہمارا نوجوان آج معمولی فوائد کے حصول کے لیے ہمارا دشمن کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے۔ خون مسلمان دے رہا ہے، لیکن فوائد انگریز لے رہا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کسی معاشرے، ریاست یا ملت کی قوت وضعف کا دارومدار اس معاشرے کے نوجوان طبقے پر ہے۔ اگر اس طبقے میں اصلاح کا عمل جاری رہا اور فاسد افکار ونظریات سے محفوظ رہا تو وہ معاشرہ ہر حوالے سے ترقی یافتہ معاشرہ شمار ہوگا۔ اگر خدانخواستہ یہ طبقہ اپنے عقیدے اور دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم نہ رہا تو وہ ریاست ہمیشہ کفار کے تسلط میں ہوگی۔ وہ جس طرح چاہے، ظلم وستم کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ امت مسلمہ کی موجودہ حالت زار اس کی زندہ مثال ہے۔

دشمنان اسلام نے اسی صورت حال کا فائدہ اٹھا کر اپنے تمام وسائل بروئے کار لائے اور امت کے نوجوانوں کے عقائد اور افکار ونظریات کو شیطانی جامہ پہنا کر انہیں راہ راست سے ہٹا کر آزادی، مساوات، تمدن اور فیشن کے نام پر بہکانے کی کوشش کی، تاکہ ان کے ذہنوں سے آزادی وحریت اور اسلامی تمدن کے آثار محو کر کے انہیں مکمل مغربی حیوان بنادے۔ جس کا مقصد پیٹ پرستی، شہوت پسندی اور راحت پسندی کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ انہیں نفس اور شیطان کا غلام بنا کر اپنے مذموم اہداف کے حصول کے لیے استعمال کریں۔ ہماری مملکت کا قریب قریب یہی حال ہے۔ ایک بہت بڑے طبقے نے کل کمیونزم کے گمراہ کن نظریات کے نام پر روس کی غلامی میں ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ آج لبرل ڈیموکریسی اور سیکولرازم کی نشرواشاعت کے لیے عالمی استعمار امریکا کے انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنے، جنہیں قلم بند کرنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ اس لیے یہ بجا ہے کہ امت کی اصلاح اور ترقی نوجوانوں کی اصلاح وترقی میں مضمر ہے۔ اگر امت کا یہ طبقہ دین دوست، بااخلاق، خودشناس وفرض شناس اور اپنی تاریخ، تمدن اور اسلامی تہذیب وثقافت سے باخبر ہو تو امت مسلمہ کے تمام دینی، سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی مسائل درست ہوں گے۔ اگر یہ طبقہ مغرب کی فکری زہرناکیوں سے آلودہ رہا، مغربی تہذیب وثقافت سے متاثر ہو کر اپنے دین ومذہب سے نابلد رہا، اخلاقی زوال کا شکار رہا تو مسلمانوں کے تمام سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور ثقافتی معاملات خلط ملط ہوں گے۔ ان پر ہمیشہ ایسے لوگ مسلط ہوں گے، جو اپنی تہذیب وثقافت سے زیادہ مغربی بود وباش اور مغربی تمدن کے وفادار ہوں گے۔

اسلامی دنیا کے حالیہ حکمران اور فوجیں اس کی بہترین مثال ہیں۔ ایک دوسری مثال افغانستان کی ہے۔ جس کی حکمرانی مغرب نے بزور طاقت ایک ایسے نااہل طبقے کو سپرد کی ہے، جو امریکا میں ایک حیوان کے مرنے پر آنسو بہاتے ہیں، لیکن اپنے ہی ملک میں روزانہ کی بنیاد پر درجنوں افراد کی شہادتوں پر زبانی مذمت اور اظہار غم کے بجائے مزید ان کے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہیں۔ اس لیے اس صورت حال سے متاثر علمائے کرام، خطبا، مبلغین، مدارس کے اساتذہ، کالج ویونی ورسٹیوں کے اساتذہ اور قلم کاروں سمیت تمام طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ فساد کے اس دور میں اپنی ایمانی اور وجدانی ذمہ داری کو بروئے کار لا کر امت کی نوجوان نسل کو گمراہ کن نظریات اور سازشوں سے باخبر کیا جائے۔ تاکہ وہ خود بھی ان سے بچیں اور اپنے دفاع کے لیے ہمہ وقت مورچہ زن بھی رہیں۔ اپنی صاف ستھری ثقافت سے نئی نسل کو آگاہ کر کے مغرب کی برہنہ تہذیب کی شناعت اور گمراہی ان کے دل ودماغ میں پیوست کی جائے۔ تاکہ وہ اپنی تہذیب وتمدن کے تحت زندگی گزار سکیں۔ اسلامی تہذیب ہی ان کی دنیا وآخرت کی کامیابی کی ضامن ہے۔

طالبان کی کامیابیاں

عابد علی

افغانستان پر امریکی جارحیت کے ابتدائی ایام میں لوگوں کی اکثریت امریکا خلاف مزاحمت اور جہاد کو پاگل پن قرار دے رہے تھے۔ اس بارے ادنی سی کوشش بھی لوگوں کے یہاں خودکشی کے مترادف تھی۔ طالبان کے سامنے صرف شریعت کی رہنمائی تھی، جس میں ان کی کامیابی کے وعدے موجود تھے۔ جب کہ ظاہری اسباب میں امریکا اور طالبان کا مقابلہ بالکل ناممکن بات تھی۔ اسلام کی یہی تعلیمات عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے بڑے سادہ الفاظ میں اپنے ساتھیوں کو بتائیں کہ 'اللہ تعالی نے ہماری نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ جب کہ دشمن ہماری شکست کے دعوے کررہا ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کس کا وعدہ سچا ثابت ہوتا ہے۔'

اپنے امیر کی اسی فکر کی وجہ سے طالبان مایوس نہیں ہوئے۔ انہوں نے اپنی مسلح جدوجہد جاری رکھی۔ حتی کہ آج وہ فتح کی دہلیز پر پہنچ چکے ہیں۔ اسی عقیدے کا نتیجہ ہے طالبان آج تک حکومتی نظام کے قیام میں بھی صرف اسلامی نظام کے احیا کی بات کرتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہر قسم کے نظام کو مسلم سماج کے خلاف گردانتے ہیں۔ طالبان نے عسکری میدان میں لوہا منوانے کے بعد گزشتہ حکومتوں کی نسبت اپنی پالیسی اس طرح ترتیب دی ہے کہ وہ موجودہ حالات کے عین مطابق ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں کئی مشکلات سے نجات ملی۔ عسکری میدان میں کامیابی کے ساتھ طالبان نے سیاسی میدان میں بھی قدم رکھا۔ اب وہ ایک سیاسی قوت کے طور پر سامنے آرہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی اور مدنی دور کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت زیادہ فرق ہے۔ دونوں شہروں کے ارد گرد حالات اور امکانات مختلف تھے۔ مکہ مکرمہ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ وہاں جہری اور علانیہ دعوت کا کام کیا جاتا۔ اسلحہ اٹھایا جاتا۔ مدینہ منورہ میں حالات مختلف ہونے کی وجہ سے مسلح جہاد کا آغاز ہوا۔ اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے طالبان نے اپنی جنگی پالیسی آگے بڑھائی۔ ابتدا میں دوسرے ممالک سے تعلقات کو نظر انداز کرتے رہے۔ جب حالات موافق ہوئے تو امارت اسلامیہ کے امیر نے نہایت حکمت اور بصیرت سے کام لیتے ہوئے فیصلے کیے۔ اس بارے کسی ملک کا دباؤ قبول نہیں پایا گیا۔ جس کی وجہ سے طالبان بڑے چیلنجز سے کامیابی کے ساتھ نکلنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ماسکو کانفرنس سے قبل طالبان مختلف ممالک کے کچھ خفیہ اور علانیہ دورے کرتے رہے ہیں۔ مختلف ممالک کے علمی اور تحقیقاتی سیمینارز میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے بعد انہوں نے اپنے موقف کا دنیا کے سامنے برملا اظہار کیا ہے۔ دنیا نے پہلی مرتبہ دیکھا کہ امارت اسلامیہ کے سیاسی مبصرین پوری کانفرنس پر چھا گئے ہیں۔ مذکورہ کانفرنس کے بعد طالبان نے ایک مضبوط موقف کے ذریعے دنیا کو اپنی شناخت کرائی۔

بالآخر طالبان کے 'افغانستان بارے بات چیت صرف امریکا سے ہوگی' مطالبے نے کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ مذاکرات کا پہلا مرحلہ گزشتہ سال اکتوبر میں شروع ہوا۔ پہلا اجلاس قطر کے شہر دوحہ، پھر ابوظہبی میں ہوا۔ حال ہی میں ایک مرتبہ پھر قطر میں مذاکرات ہوئے ہیں۔ امریکا کی پے در پے مختلف مواقع پر مذاکرات کے بھاگ دوڑ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسے افغان جنگ نے حواس باختہ کر دیا ہے۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں سیاسی میدان میں طالبان بین الاقوامی سطح پر ایک مضبوط قوت کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ روس، چین اور ایران نے بھی طالبان کے موقف کی حمایت کی ہے۔ جب کہ دوسری جانب امریکا اور کابل انتظامیہ بھی خاصے سیاسی دباؤ کا شکار ہیں۔ مذاکرات کے ساتھ ہی طالبان کی ماضی کے برخلاف موسم سرما میں بھی جہادی کارروائیاں عروج پر ہیں۔ سخت سردی اور شدید برف باری میں بھی دشمن پر تابڑ توڑ حملے جاری ہیں۔ افغانستان کے مرکزی علاقوں میں وسیع کارروائیاں جاری ہیں۔ محاذوں سے ملنے والی خبروں کے مطابق طالبان وسیع علاقوں سے دشمن کا صفایا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بدخشان، قندوز، تخار، بغلان، بلخ، بادغیس، جوزجان، ہرات، اروزگان، فراہ، قندھار، ہلمند اور غزنی وہ صوبے ہیں، جہاں طالبان نے عسکری برتری حاصل کی ہے۔ ان کارروائیوں میں دشمن کے سیکڑوں اہل کار ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں اہل کار حملے کے دوران، جب کہ کئی حملے سے قبل ہی ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ دشمن کی عسکری اور سیاسی میدان میں واضح شکست کے ساتھ یہ آثار واضح ہونے لگے ہیں کہ افغانستان میں مغرب کا قائم کردہ جمہوریت اور پر فریب نظام اب زوال کے قریب ہے۔ ان شاء اللہ۔

جنگی جرائم (دسمبر 2018)

سید سعید

یکم دسمبر 2018 کو ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے تیل فروش بازار میں پولیس نے فائرنگ کر کے ایک شہری کو شہید کر دیا۔ اسی دن قابض اور افغان فوج نے غزنی کے ضلع ناوہ کے بازار پر چھاپہ مارا۔ تین نہتے شہریوں کو شہید اور پانچ کو حراست میں لے لیا۔ اس کے علاوہ اٹھارہ گاڑیاں، 45 موٹر سائیکلیں، ایک پٹرول پمپ، ایک گیراج اور ایک آئل ٹینکر کو بھی آگ لگادی۔ ضلعی سرکاری عمارت، بازار کی جامع مسجد اور متعدد دکانوں کو مسمار کر دیا گیا۔

3 دسمبر کو ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے داورموز میں حملہ آوروں اور اجرتی فوج نے مقامی لوگوں کے گھروں اور بازار پر چھاپہ مارا۔ مقامی لوگوں کے مطابق فوج نے شادی کی تقریب پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت 7 افراد شہید ہوگئے۔ اس کے علاوہ فوج نے ایک ڈاکٹر اور ایک چوکیدار سمیت چار افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ فراہ کے دارالحکومت کے ایئرپورٹ کے قریب قابض فوج نے مقامی آبادی پر گولہ باری کی جس کے نتیجے میں 8 شہری زخمی اور ایک شہید ہوگیا۔ اسی تاریخ کو فاریاب کے ضلع اندخوی کے علاقے سلدوز میں پولیس کی فائرنگ سے ایک نوجوان سید امین شہید ہوگیا۔ جب کہ غزنی کے ضلع خوگیانو کے علاقے چہار قلعہ، کنڈہ، ملا قلعہ، ولی قلعہ اور گاجو خیل پر قابض فوج نے چھاپہ مارا۔ جس کے نتیجے میں پانچ افراد شہید ہوئے، جب کہ متعدد دکانیں بھی لوٹنے کے بعد جلادی گئیں۔ مزید یہ کہ چھ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

4 دسمبر کو حملہ آوروں اور زیرو ون یونٹ کے اہل کاروں نے لوگر کے دارالحکومت میں بابوس اور زورہ کے علاقے پر چھاپہ مارا۔ گھروں کے دروازے توڑ دیے۔ گھر گھر تلاشی کے دوران قیمتی چیزیں لوٹ لیں۔ جب کہ حاجی نبی سمیت متعدد شہریوں کے گھروں کو مسمار کر دیا گیا۔ اس کارروائی میں 8 افراد شہید ہوئے۔ اسی دن صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک کے علاقے شیوان میں دشمن نے مشترکہ آپریشن کے دوران تین شہری شہید اور دو زخمی کر دیے۔

5 دسمبر کو ہلمند کے ضلع نادعلی کے علاقے لوی ماندہ کے علاقے میں قابض فوج کی بمباری کے نتیجے میں پانچ شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ کے علاقے پلوسہ میں کمپاؤنڈ کے اہل کاروں نے چھاپہ مارا، جس میں 5 افراد شہید ہوگئے۔ اگلے دن ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے قلعہ گز میں قابض فوج کے ڈرون حملے میں تین کسان شہید ہوگئے۔

8 دسمبر کو صوبہ جوزجان کے ضلع قوشتیپہ کے گاؤں شیر بیگ پر قابض امریکی فوج نے ڈرون حملہ کیا، جس میں خواتین اور بچوں سمیت تین افراد شہید ہوگئے۔ جب کہ اگلے دن صوبہ ہلمند کے ضلع موسی قلعہ کے علاقہ لہ میں حملہ آوروں نے طالبان کی ایک جیل پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں قیدی تین فوجی اہل کار شہید اور 13 اہل کار زخمی ہوگئے۔

11 دسمبر کو ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے شورہ پر قابض فوج نے بمباری کی، جس میں ایک کسان شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔ اسی دن قندھار کے ضلع نیش میں فوج کی گولہ باری سے دو بچے شہید ہوگئے۔ اگلے دن غزنی کے ضلع قرہ باغ کے دیہات ولی داد قلعہ، کنڈہ لغ، جاکر اور لوگر پر دشمن نے چھاپہ مارا اور چھ افراد شہید کر دیے۔ جب کہ 13 دسمبر کو قابض اور اجرتی فوج نے کنڑ کے ضلع شیگل کے علاقے چوگام، برغنڈ اور سوکنو پر چھاپہ مارنے کے بعد وحشیانہ بمباری کی، جس میں 65 شہری شہید ہوگئے۔ درجنوں گھر مسمار کر دیے گئے۔ کنڑ کے صوبائی حکام نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی اور جھوٹا دعوی کیا کہ اس کارروائی میں چند طالبان بھی مارے گئے۔ اسی طرح پکتیا کے ضلع سید کرم کے علاقے کاریز میں قابض امریکی فوج کے ڈرون حملے میں دو شہری شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔ جب کہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے سرہ گودر پر امریکی ڈرون طیارے نے حملہ کیا۔ جس میں چار شہری شہید ہوگئے۔ اگلے دن غزنی کے ضلع رشیدان میں قابض اور اجرتی فوج نے مشترکہ کارروائی کے دوران دو شہریوں کو شہید اور دو ڈاکٹروں کو حراست میں لے لیا۔

15 دسمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع خاک سفید کے علاقے خوشکاوہ میں امریکی ڈرون طیارے نے دو موٹر سائیکل سواروں پر حملہ کیا۔ جس میں وہ شہید ہوگئے۔ اسی دن ہلمند کے ضلع گرمسیر میں امیر آغا بازار پر قابض اور اجرتی فوج نے چھاپہ مارا۔ اس دوران دکانوں سے قیمتی چیزیں لوٹنے کے بعد بازار پر وحشیانہ بمباری کی گئی۔ جس سے دکان داروں کو کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ اگلے دن غزنی کے دارالحکومت میں گورنر کے محافظوں نے ضلع مقر کے باشندے اسلم الدین کو شہید کر دیا۔ ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ کے علاقے کاریز میں پولیس نے ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کے ناظم مولوی محمد شفیق کو گرفتار کرنے کے بعد تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جس کے باعث وہ دم توڑ گئے۔ اسی دن لوگر کے دارالحکومت سے ضلع چرخ کی سڑک پر قابض فوج کے ڈرون طیارے نے ایک گاڑی پر میزائل داغا، جس میں سوار چھ افراد موقع پر شہید ہوگئے۔

17 دسمبر کو ننگرہار کے ضلع شیر زاد کے علاقے مرکی خیل میں قابض امریکی فوج کی بمباری میں گیارہ افراد شہید ہوگئے۔ صوبہ خوست کے ضلع باک کے علاقے کوٹکیو میں دشمن نے فوجی آپریشن کے دوران گھروں کے دروازے بموں سے اڑا دیے۔ اس کارروائی میں چار افراد شہید ہوئے، جب کہ 15 افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ اسی طرح 19 دسمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع بکوا کے علاقے غوریان میں قابض امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک شخص شہید اور اسی ضلع کے علاقے چربک میں بھی ڈرون حملے میں ایک شخص شہید ہو گیا۔ اگلے دن صوبہ پکتیکا کے ضلع سروبی کے علاقے خان زمان میں قابض امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک بچی سمیت دو افراد شہید ہوگئے۔ جب کہ جارحیت پسندوں اور اجرتی فوج نے غزنی کے ضلع شلگر کے بازار، معاش، میری، جمال قلعہ اور حبیب گودل دیہات پر چھاپہ مارا۔ قابض فوج نے متعدد مکانات جلا دیے اور متعدد مکانوں کو بارودی مواد سے تباہ کیا۔ اس کے بعد حاجی سلطان آکا کے گھر پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک خاتون اور دو بچوں سمیت چار افراد شہید ہوگئے۔

20 دسمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع بکوا کے علاقے سرحد میں قابض فوج کے ڈرون حملے میں چار افراد شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔ جب کہ اگلے دن فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے یکہ توت پر امریکی ڈرون حملے میں ایک عالم دین مولوی عبدالباسط اور ان کے ساتھی شہید ہوگئے۔ اسی صوبے کے ضلع خیبر کے علاقے میرزاکہ میں بھی دشمن کے ڈرون حملے میں دو شہری شہید ہوگئے تھے۔ جب فراہ کے ضلع پشت کوہ کے مضافات میں امریکی طیاروں کے ڈرون حملے میں تین افراد شہید ہوگئے۔ ضلع پشترود کے علاقے گنہکان میں بھی امریکی ڈرون حملے میں تین افراد شہید ہوگئے۔ اگلے دن قندھار کے ضلع شاولی کوٹ کے علاقے چنیان میں قابض امریکی اور افغان اجرتی فوج کی مشترکہ کارروائی میں ایک خاندان کے چار افراد شہید اور تین خواتین زخمی ہوگئیں۔ اسی گاؤں میں تین افراد کو ان کے گھروں سے نکال کر شہید کر دیا گیا۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے اس کارروائی میں لوگوں کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان بھی ہوا اور فوج چھ افراد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئی۔

24 دسمبر کو صوبہ قندھار کے ضلع شاولیکوٹ کے علاقے باختو دیفال میں رات کو قابض امریکی فوج نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید اور 18 افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع نگی کے علاقے بابا میں جارحیت پسندوں نے مقامی آبادی اور بازار پر وحشیانہ بمباری کی، جس کے نتیجے میں 7 نہتے شہری شہید ہوگئے۔ جب کہ 27 دسمبر کو صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے بازار پر مشترکہ دشمن نے حملہ کیا۔ دشمن نے متعدد دکانوں کو بارودی مواد سے اڑا دیا اور حضرت نور نامی ایک شخص کو شہید کر دیا۔ اسی طرح صوبہ ننگرہار کے ضلع حصارک کے علاقے دوآب میں اتحادی فوج نے چھاپے کے دوران چار شہریوں کو شہید اور چار افراد کو گرفتار کر لیا۔

29 دسمبر کو مشترکہ فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے پٹھان خیل میں ایک دینی مدرسے کے گیارہ طلبا کو شہید کر دیا۔ جب کہ اگلے دن پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے مموزو اور سورکی پر قابض امریکی اور افغان اجرتی فوج نے چھاپے کے بعد وحشیانہ بمباری کی۔ جس کے نتیجے میں قبائلی رہنما حاجی نعیم کا گھر مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔ اس حملے میں حاجی نعیم، ان کے دو بھائی، تین بیٹے اور دو ہمسایہ شہید ہوئے۔ عینی شاہدین کے مطابق اس حملے میں عام شہریوں کا ایک پٹرول پمپ، ایک مسجد اور متعدد دکانیں مکمل طور تباہ کر دی گئی ہیں۔ جس کے خلاف علاقہ مکینوں نے لاشوں کو گورنر ہاؤس کے سامنے رکھ کر شدید احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ ان پر جرم ثابت کیا جائے یا قاتلوں کو سزا دی جائے۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے قاسم بازار پر جارحیت پسندوں اور افغان فوج کے چھاپے کے دوران متعدد دکانیں تباہ ہوئیں۔ جب کہ عام شہریوں کی گاڑیوں کو بھی جلا دیا گیا۔ دو افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

ذرائع: 'بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس'۔

ماہ دسمبر میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کی ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	84		4	4	172	58	35	7	5	
-2	ہلمند	162		1	2	262	216	34	8	13	
-3	زابل	31		0	0	79	26	7	7	4	
-4	روزگان	15		0	0	34	16	3	2	1	
-5	ہرات	38		5	4	90	70	21	5	9	
-6	فراہ	34		10	1	50	46	13	1	9	
-7	بادغیس	33		0	0	70	79	7	4	13	
-8	نیمروز	10		0	0	15	4	3	0	0	
-9	غور	4		0	0	1	0	1	0	0	
-10	فاریاب	43		0	0	104	91	26	5	13	
-11	کونڑ	28		0	0	17	12	4	2	0	
-12	نورستان	3		0	0	2	2	1	0	0	
-13	غزنی	37		1	0	80	38	21	3	3	
-14	خوست	21		0	0	37	15	2	0	0	
-15	میدان وردگ	17		0	0	29	42	33	0	0	
-16	لوگر	15		0	0	19	4	7	0	0	
-17	کاپیسا	10		0	0	18	4	1	0	0	
-18	پکتیا	20		0	0	37	19	7	1	0	
-19	پکتیکا	6		0	0	2	5	1	0	0	
-20	ننگرہار	38		0	0	104	80	10	5	3	
-21	لغمان	21		0	0	11	15	0	0	0	
-22	کابل	15	١	0	1	21	35	9	1	0	1
-23	پروان	5		0	0	2	0	0	0	0	
-24	قندوز	21		0	0	47	29	8	1	0	
-25	بغلان	9		0	0	35	26	4	2	0	
-26	تخار	8		0	0	7	4	0	0	0	
-27	سمنگان	1		0	0	1	0	0	0	0	
-28	بدخشان	7		0	0	16	9	2	0	0	
-29	جوزجان	6		0	0	16	5	0	0	0	
-30	بلخ	16		0	0	33	25	2	1	0	
-31	بامیان										
-32	سرپل	6		0	0	6	11	0	0	0	
-33	دای کنڈی	7		0	0	30	20	1	0	1	
-34	پنجشیر										
مجموعہ		771	1	21	12	1447	1006	263	55	74	1

غنائم

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

7th Year January 2019

برطانیہ، روس اور امریکا---

اپنے اپنے وقت کی عالمی طاقتوں کی افغانستان میں حالتِ زار